سلسلہ: رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: انتیسویں

رسالہ نمبر 12

شرح المطالب ١٣١٦ھ
فی مبحث ابی طالب

مطالب کی وضاحت ابوطالب کی بحث میں

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ۱۳۱۶ھ

(مطالب کی وضاحت ابُوطالب کی بحث میں)

مسئلہ ۲۱۵: از بدایوں ۱۲۹۴ھ بعبارت سوال وثانیا بالاجمال از احمد آباد گجرات، محلّہ جمال پور قریب مسجد کانچ مرسلہ جماعت اہل سنت ساکنان احمد آباد ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ ہجری۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ابوطالب کو کافر اور ابولہب وابلیس کا مماثل کہتا ہے اور عمرو بدین دلائل اس سے انکار کرتا ہے کہ انہوں نے جناب سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کفالت ونصرت وحمایت ومحبت بدرجہ غایت کی اور نعت شریف میں قصائد لکھے حضور نے انکے لیے استغفار فرمائی اور جامع الاصول میں ہے کہ: اہل بیت کے نزدیک وہ مسلمان مرے۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے شرح سفر السعادۃ میں فرمایا:

کم ازان نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند وصرفہ نگہ دارند۔	کم از کم اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں اور احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہیں۔(ت)

اور مواہب لدنیہ میں ایک وصیّت نامہ اُن کا بنام قریش منقول جو حرفاً حرفاً اُن کے اسلام پر شاہد،ان دونوں میں کون حق پر ہے، اور ابوطالب کو مثل ابولہب وابلیس سمجھنا کیسا اور اُن کے کفر میں کوئی حدیث

صحیح وارد ہوئی یا نہیں، بر تقدیر ثانی انہیں ضامن وکفیل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سمجھ کر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہیں یا مثلِ کفار سمجھیں؟ بیّنوا بسند الکتاب توجروا من الملك الوھاب بیوم القیٰمۃ والحساب۔ (کتاب کی سند کے ساتھ بیان فرمائیے قیامت اور حساب کے دن ملک الوہاب سے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اللّٰھمّ ربنا ولوجھك الحمد احق ما قال العبد وکلنا لك عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منك الجد لك الحمد علٰی ما ھدیت وعفوت وعافیت و منحت واولیت تبارکت و تعالیت سبحٰنك ربّ البیت مستجیرین بجمال وجھك الکریم من عذابك الالیم و شاھدین بان لا حول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم انت العزیز الغالب لایعجزك ھارب ولا یدرك ما منعت طالب ما علیك من واجب قدرت الاقدار ودو رت الادوار و کتبت فی الاسفار ما انت کاتب.یعمل عامل بعمل الجنان فیظن الظاّن من الانس والجان ان سید خلھا و کأن قد کان فیغلبه الکتاب فاذا ھو خائب ویفعل فاعل افعال النیران فیحسب الجیران ومن طلع علیه النیران ان	اے اللہ ! ہمارے پروردگار! اور حمد تیری ذات کے زیادہ لائق ہے بنسبت اس کے جو بندے نے کہا۔اور ہم سب تیرے بندے ہیں، جو تُو نے عطا فرمایا اُسے کوئی روکنے والے نہیں، اور جسے تُو نے روک دیا اُسے کوئی دینے والا نہیں،اور تیرے فی صلے کو کوئی رَد کرنے والا نہیں اور تیرے سامنے کسی تونگر کی تونگری اُس کے لیے نافع نہیں،اور تیرے سامنے کسی تونگر کی تونگری اسکے لیے نافع نہیں، تیرے لیے ہی حمد ہے اس پر جو تو نے ہدایت دی، معاف فرمایا، عافیت دی، عطا فرمایا اور والی بنایا، تو برکت والا ہے اور برتر ہے،اے ربِ کعبہ ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تیرے دردناک عذاب سے تیری ذات کی پناہ مانگتے ہوئے اور اس پر گواہی دیتے ہوئے کہ اللہ برتر و عظیم کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت تُو عزت والا غالب ہے، کوئی بھاگنے والا تیرے قابو سے باہر نہیں جاسکتا اور جو تُو روک دے کوئی طالب اس کو پا نہیں سکتا تجھ پر کچھ بھی واجب نہیں، تُو نے تقدیریں مقدر فرمائیں اور ادوار کو گردش دی۔اور جو نے لکھنا تھا کتبِ تقدیر میں لکھ دیا۔ کوئی آدمی جنتیوں جیسے کام کرتا ہے تو انسانوں اور جِنّوں میں سے کچھ گمان کرنے والے

سیوردھا وکأن قد حان فیدرك القدر فاذا ھو تائب ارسلت خیر خلقك وسراج افقك محمدا المبعوث بیسرك ورفقك بشیرا و نذیرا و سراجا منیرا ملأ ضؤوہ المشارق والمغارب وعم نورہ الاباعد والاقارب وحرم بقرب حضرتہ من حضرۃ قربہ ابوطالب فلك الحجۃ السامیۃ صل علٰی محمد صلاۃ نامیۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ صلاۃ ترضیك وترضیہ وتحفظ المصلی عما یردیہ وبارك وسلم ابدا ابدا والحمد للہ دائما سرمدًا امین اٰمین یا ارحم الراحمین!	گمان کرنے لگتے ہیں کہ عنقریب یہ جنت میں داخل ہوجائے گا گویا کہ ایسا ہوگیا۔ پھر اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے تو وہ ناکام ہوجاتا ہے اور کوئی عامل جنہمیوں جیسے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے پڑوسی اور دیگر لوگ سمجھنے لگتے کہ عنقریب یہ اُس میں داخل ہوگا اور گویا کہ اس کا وقت قریب ہوچکا ہے، پھر تقدیر اُس کو پالیتی ہے تو وہ تائب ہوجاتا ہے، تُو نے اپنی مخلوق میں سے بہترین کو بھیجا جو تیرے افق کا سراج ہے یعنی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو تیری طرف سے آسانی اور نرمی کے ساتھ مبعوث ہوئے خوشخبری سناتے، ڈر سناتے، چمکا دینے والے چراغ جس کی روشن نے مشرقوں اور مغربوں کو بھر دیا، اس کا نور دور ونزدیک والوں کو عام ہے۔ اور ابو طالب اس کی بارگاہ کے قریب کے باوجود اس کی بارگاہ قرب سے محروم رہے۔ چنانچہ تیری ہی حجت بُلند ہے۔ محمد مصطفٰی آپ کی آل، آپ کے اصحاب، آپ کے اہلِ خانہ اور آپ کی جماعت پر ایسا پڑھنے والا درود نازل فرما جو تجھے بھی پسند ہو اور انہیں بھی پسند ہو جو درود پڑھنے والے کو ہلاکت سے بچائے اور برکت وسلام نازل فرما ہمیشہ کے لیے۔ اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ اے بہترین رحم فرمانے والے! ہماری دُعا کو قبول فرما (ت)

اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سیّد المرسلین سیّد الاولین والاخرین سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آل وسلم الٰی یوم القرار کی حفظ وحمایت وکفایت ونصرت میں مصروف رہے۔ اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا، اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالم حضور کا دشمنِ جاں ہوگیا تھا، اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزون قریبیوں سے مخالفت گوارا کی، سب کو چھوڑ دینا قبول کیا، کوئی دقیقہ غمگساری وجاں نثاری کا نامرعی نہ رکھا، اور یقینًا جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر ایمان لانے میں جنت ابدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے، بنوہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم کی تصدیق کروفلاح پاؤ گے، نعت شریف میں قصائد ان سے منقول، اور اُن میں براہ فراست وہ امور ذکر کیے کہ اس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے۔ بعد بعثت شریف ان کا ظہور ہوا، یہ سب احوال مطالعہ احادیث و مراجعتِ کُتب سیر سے ظاہر، ایک شعر ان کے قصیدے کا صحیح بخاری شریف میں بھی مروی:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ　　　ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل[1]

(وہ گورے رنگ والے جن کے رُوئے روشن کے توسّل سے مینہ برستا ہے، یتیموں کے جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ت)

محمد بن اسحٰق تابعی صاحب سیر و مغازی نے یہ قصیدہ بتمامہا نقل کیا جس میں ایک سو ۱۱۰ دس بیتیں مدح جلیل و نعتِ منیع پر مشتمل ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، شرح صراطِ مستقیم میں اس قی صدہ کی نسبت فرماتے ہیں:

دلالت صریح دارو بر کمال محبت ونہایت نبوت او، انتہی[2]۔	یہ قصیدہ ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت اور آپ کی نبوت کی انتہائی معرفت پر دلالت کرتا ہے۔(ت)

مگر مجرد ان امور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ کاش یہ افعال واقوال اُن سے حالتِ اسلام میں صادر ہوتے تو سیّدنا عباس بلکہ ظاہراً سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاعمام حضور افضل الانام علیہ وعلٰی آلہ وافضل الصلوۃ والسلام کہلائے جاتے۔ تقدیر الٰہی نے بربنااُس حکمت کے جسے وہ جانے یا اُس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہیں گروہِ مسلمین وغلامانِ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں شمار کیا جانا منظور نہ فرمایا "فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝"[3]۔ (تو عبرت لواے نگاہ والو! ت) صرف معرفت گو کیسی ہی کمال کے ساتھ ہو ایمان نہیں، دانستن و شناختن اور چیز ہے اور اذعان و گرویدن اور، کم کافر تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سچے پیغمبر ہونے کا یقین نہ تھا "جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ"[4] (اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا۔ت) اور علمائے اہلِ کتاب تو عموماً جزمِ کلی رکھتے تھے حتی کہ یہ امر ان کے نزدیک کالعیان سے بھی زائد تھا معائنہ میں بصر غلطی

---

[1] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷

[2] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان عیادت بیماراں مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[3] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

[4] القرآن الکریم ۲۷/ ۱۴

بھی کرتی ہے اور یہاں کسی طرح کا شبہ واحتمال نہ تھا۔ قال جل وعلا (اللہ جل وعلا نے فرمایا): "یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْؕ"[5]۔ وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ (ت) وقال عزمن قائل:

"فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ﴿۸۹﴾"[6]۔	تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ (ت)

وقال جل ذکرہ:

"یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘"[7]۔	لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ (ت)

بعض کور چشم بد باطن وہابیہ عصر کہ اس میں کلام کرتے اور کہتے ہیں اگر اہل کتاب کے یہاں حضور کا ذکر رسالت ہوتا تو ایمان کیوں نہ لاتے۔ نصوص قاطعہ سے انکار اور خدا و رسول کی تکذیب اور یہودی و نصارٰی کی حمایت و تصدیق کرنے والے ہیں۔ اعوذ باللہ من وسواس الشیطان (میں شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ ت) شرح عقائد نفسی میں ہے:

لیست حقیقۃ التصدیق ان تقع فی القلب نسبۃ الصدق الی الخبر والمخبر من غیر اذعان وقبول بل ہو اذعان وقبول لذٰلک بحیث یقع علیہ اسم التسلیم علی ماصرح بہ الامام الغزالی[8]۔	حقیقت تصدیق یہ نہیں کہ دل میں خبر یا مخبر کی سچائی کی نسبت واقع ہوجائے بغیر اذعان وقبول کے، بلکہ وہ تو اذعان اور اس طرح قبول کرنا ہے کہ اس پر اسمِ تسلیم واقع ہو۔ جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۶

[6] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[7] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

[8] شرح عقائد النسفی والایمان فی اللغۃ التصدیق دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۸۹

بعض القدریۃ ذھب الی ان الایمان ھو المعرفۃ واطبق علماؤنا علی فسادہ لان اھل الکتاب کانوا یعرفون نبوۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما کانوا یعرفون ابناء ھم مع القطع بکفرھم لعدم التصدیق ولان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وانما کان ینکر عنادًا اواستکبارًا قال اللہ تعالٰی وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم[9]۔	بعض قدریہ اس طرف گئے ہیں کہ ایمان فقط معرفت کو کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کا اس قول کے فساد پر اجماع ہے، کیونکہ اہل کتاب محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کوایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے، اس معرفت کے باوجود ان کا کفر قطعی ہے کیونکہ وہاں تصدیق نہیں پائی گی، اور اس لئے بھی کہ بعض کافر یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے اور محض عناد و تکبر کی وجہ سے انکار کرتے تھے، اللہ تعالٰی نے فرمایا؛ حالانکہ ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا(ت)

محقق دوانی شرح عقائد عضدی میں فرماتے ہیں:

التلفظ بکلمتی الشھادتین مع القدرۃ علیہ شرط فمن اخل بہ فھو کافر مخلد فی النار ولا تنفعہ المعرفۃ القلبیۃ من غیر اذعان وقبول فان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وکان انکارہ عنادا واستکبارا کما قال اللہ تعالٰی "وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّاؕ"[10]۔	شہادت (توحید و رسالت کی شہادت) کے دو کلموں کے ساتھ تلفظ کرنا جب کہ اس پر قادر ہو ایمان کی شرط ہے، تو جس نے اس میں کوتاہی کی تو وہ کافر ہے اور دائمی طور پر جہنم میں رہنے والا ہے، اور اذعان و قبول کے بغیر معرفتِ قلبی اس کو نفع نہیں دے گی۔ کیونکہ بعض کافر ایسے ہیں جو یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے۔ ان کا انکار عناد و تکبر کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اور ان کے منکر ہوئے حالانکہ ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر کی وجہ سے۔ (ت)

[9] شرح عقائد النسفی والایمان لایزید ولا ینقص دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ص ۹۳و۹۴

[10] الدوانی العقائد العضدیۃ والکفر عدم الایمان مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۱

آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ صحیحہ متواترہ متظافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دم واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحاب نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجالِ دم زدن نہیں، ہم یہاں کلام کو سات فصل پر منقسم کریں۔

فصل اوّل ـــــــــ آیاتِ قرآنیہ

آیتِ اُولٰی: قال اللہ تبارک وتعالٰی (اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا۔ت):

"اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۝" [11]۔	اے نبی ! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔ معالم التنزیل میں ہے:

نزلت فی ابی طالب [12]۔	ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔(ت)

جلالین میں ہے:

نزل فی حرصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علٰی ایمان عمّه ابی طالب [13]۔	یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آپ کے چچا ابو طالب کے ایمان لانے کی حرص میں نازل ہوئی۔(ت)

مدارک التنزیل میں ہے:

قال الزجاج اجمع المفسرون انها نزلت فی ابی طالب [14]۔	زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔(ت)

کشاف زمخشری و تفسیر کبیر میں ہے:

---

[11] القرآن الکریم ۲۸/۵۶

[12] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۸۷

[13] تفسیر جلالین (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ اصح المطابع دہلی ص ۳۳۲

[14] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۴۰

قال الزجاج اجمع المسلمون انها نزلت فی ابی طالب[15]۔	زجاج نے کہاکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔(ت)

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں:

اجمع المفسرون علی انما نزلت فی ابی طالب و کذا نقل اجماعھم علی ھذا الزجاج وغیرہ[16]۔	مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی اور جیساکہ زجاج وغیرہ نے اس پر ان کا اجماع نقل کیا ہے۔(ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

لقولہ تعالٰی فی حقہ باتفاق المفسرین انك لا تھدی من احببت[17]۔	اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے جو باتفاق مفسرین اس (ابوطالب) کے بارے میں ہے: اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو(ت)

حدیث اول: صحیح حدیث میں اس آیہ کریمہ کا سبب نزول یوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابو طالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا، صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کردیتا۔ اس پر رب العزت تبارک وتعالٰی نے یہ آیت کریمہ اتاری یعنی اے حبیب تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کرچکے ہدایت دینا اور دل میں نور ایمان پیدا کرنا یہ تمھارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان وجامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ (زاد مسلم فی اخری	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا (مسلم نے

[15] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ المطبعۃ البہیۃ مصر ۲۵/ ۲، تفسیر الکشاف تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۴۲۲

[16] شرح صحیح مسلم للامام النووی کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۱

[17] مرقاۃ المفاتیح کتاب الفتن باب صفۃ النار و اھلھا تحت حدیث ۵۶۶۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۹/ ۶۴۰

عند الموت)قل لا الٰہ الا اللہ اشھد لك بھا یوم القیٰمۃ قال لولا ان تعیرنی قریش یقولون انما حملہ علی ذلك الجزع لاقررت بھا عینك فانزل اللہ عزوجل "اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ"[18]۔	دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا کہ بوقت موت فرمایا)لاالٰہ الا اللہ کہہ دو میں تیرے لئے قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا۔اس نے جواب دیا:اگر یہ بات نہ ہوئی کہ قریش مجھے عار دلائیں گے کہ موت کی شدت کے باعث مسلمان ہوگیا تو میں آپ کی آنکھ ٹھنڈی کردیتا۔اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:اے نبی!"تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو،ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے"۔(ت)

معالم ومدارک وبیضاوی وارشاد العقل السلیم وخازن وفتوحات الٰہیہ وغیرھا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

آیت ثانیہ:قال جل جلالہ(اللہ جل جلالہ نے فرمایا):

"مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۳﴾"[19]۔	روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہوچکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جانیوالے ہیں۔

یہ آیت کریمہ بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔تفسیر امام نسفی میں ہے:

ھم علیہ الصلوۃ والسلام ان یستغفر لابی طالب فنزل ماکان للنبی[20]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ابوطالب کے لئے استغفار کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ"نبی کو یہ روا نہیں"۔(ت)

[18] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰،جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ القصص امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۵۰

[19] القرآن الکریم ۹/ ۱۱۳

[20] مدارك التنزیل(تفسیر النسفی)تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۴۸

جلالین میں ہے:

نزل فی استغفارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ ابی طالب[21]۔	یہ آیت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اپنے چچاابو طالب کے لیے استغفار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔(ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: قال الواحدی سمعت ابا عثمان الحیری سمعت ابا الحسن بن مقسم سمعت ابا اسحق الزجاج یقول فی ھذہ الایۃ اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابی طالب[22]۔ یعنی واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود ابواسحاق زجاج سے روایت کی کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں اُتری۔

اقول: ھکذا اثرہ ھٰھنا والمعروف من الزجاج قولہ ھٰذا فی الایۃ الاولٰی کما سمعت والمذکور ھٰھنا فی المعالم وغیرھا فلیراجع تفسیر الواحدی فلعلہ اراد اتفاق الاکثرین ولم یلق للخلاف بالالکونہ خلاف ماثبت فی الصحیح۔	**میں کہتا ہوں** یہاں تو وہ ایسا ہی منقول ہے حالانکہ زجاج کا یہ قول پہلی آیت کے بارے میں معروف ہے جیسا کہ تو سُن چکا ہے،اور معالم وغیرہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے چنانچہ تفسیر واحدی کی طرف مراجعت کی جائے ہوسکتا ہے کہ اُس کی مراد اکثر مفسرین کا اتفاق ہو اور اس نے مخالفت کی اس بنیاد پر کوئی پروانہ کی ہو کہ اس کے مخالف ہے جو صحیح میں ثابت ہوچکا ہے۔(ت)

بیضاوی میں پہلا قول اس آیت کا نزول در بارہ ابی طالب لکھا۔

علامہ شہاب خفاجی اُس کی شرح عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں: ھوالصحیح فی سبب النزول[23]۔ یعنی یہی صحیح ہے۔

اسی طرح اس کی تصحیح فتوح الغیب وارشاد الساری میں کی ہے اور فرمایا یہی حق ہے۔ کماسیأتی

---

[21] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۹ /۱۱۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۶۷

[22] عمدۃ القاری کتاب الجنائز تحت حدیث ۱۳۶۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۲۶۲

[23] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علٰی تفسیر البیضاوی تحت الایۃ ۹ /۱۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۶۴۸

وھٰذہ التصحیحات ایضًا اٰیۃ الخلاف کما لیس بخاف۔ (جیسا کہ عنقریب آئے گا اور یہ تصحیحیں بھی مخالفت کی علامت میں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

حدیث دوم: صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن نسائی میں ہے:

واللفظ محمد قال حدثنا محمود فذکر بسندہ عن سعید بن المسیب عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھما ان اباطالب لما حضرتہ الوفاۃ دخل علیھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعندہ ابوجھل فقال ای عم قال لا الٰہ الا اللہ کلمۃ احاج لك بھا عند اللہ فقال ابوجھل وعبداللہ بن امیّۃ یا اباطالب اترغب عن ملّۃ عبدالمطلب فلم یزالا یکلمانہ حتی قال اٰخر شیئ کلمھم بہ علی ملۃ عبدالمطلب (زاد البخاری فی الجنائز و تفسیر سورۃ القص ص کمثل مسلم فی الایمان وابی ان یقول لا الٰہ الا اللہ) فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا ستغفرن لك مالم انہ عنہ، فنزلت "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ	اور لفظ محمد کے ہیں، انہوں نے کہا ہم کو حدیث بیان کی محمود نے، پھر اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے اور انہوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہما، کہ ابوطالب جب قریب الموت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جب کہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیّہ وہاں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اے چچا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو میں اس کے ذریعے تمہارے لیے جھگڑا کروں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرلو گے؟ وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے یہی بات کہتے رہے، یہاں تک کہ ابوطالب نے جو آخری بات انہیں کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں۔ (امام بخاری نے جنائز اور سورہ قص ص کی تفسیر میں یہ اضافہ کیا جیسا کہ امام مسلم نے کتاب الایمان میں کیا ہے کہ ابوطالب نے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کردیا) تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کردیا گیا میں تیرے لیے ضرور استغفار کروں گا۔ چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہوچکا کہ وہ

الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۳﴾ "، ونزلت " اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ " [24]۔	بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔اور یہ آیت نازل ہوئی۔اے نبی ! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو۔(ت)

اس حدیث جلیل سے واضح کہ ابوطالب نے وقتِ مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کردیا اور ابوجہل لعین کے اغوا سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لیے استغفار کروں گا۔ مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے یہ دونوں آیتیں اتاریں اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابوطالب کے لیے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں دوزخیوں کے لیے استغفار جائز نہیں۔

نسأل اللّٰه العفو والعافیة، اما تزییف الزمخشری نزول الایة فیه بان موت ابی طالب کان قبل الهجرة و هذا اٰخر ما نزل بالمدینة [25] اهـ فمردود بما فی ارشاد الساری عن الطیبی عن التقریب انه یجوزان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یستغفر لابی طالب الٰی حین نزولها والتشدید مع الکفار انما ظهر فی هذه السورة [26] اهـ، قال اعنی القسطلانی	ترجمہ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، رہا زمخشری کا ابوطالب کے بارے میں اس آیت کے نزول کو اس بنیاد پر ضعیف قرار دینا کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے پہلے ہوئی، جبکہ یہ آیت کریمہ آخری مرحلہ پر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، تو وہ مردود ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ارشاد الساری میں طیبی سے بحوالہ تقریب مذکور ہے کہ ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی وسلم اس آیت کے نزول تک ابوطالب کے لئے استغفار کرتے رہے ہوں۔کافروں کے ساتھ

[24] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا قال المشرك عند الموت لا الٰه الا اللّٰه قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۸۱، صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصه ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۵۴۸، صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ باب ماکان للنبی والذین اٰمنوا لخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۶۷۵، صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ القصص باب قوله تعالٰی انك لاتهدی من احببت قدیمی کتب خانہ ۲ /۷۰۳، صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی صحة الاسلام من حضر الموت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۰، سنن النسائی کتاب الجنائز النهی عن الاستغفار للمشرکین نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱ /۲۸۶

[25] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل تحت آیة ۹ /۱۱۳ مکتبة الاعلام الاسلامی فی الحورة العلمیة قم ایران ۲ /۳۱۵

[26] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ توبه دار الکتاب العربیة بیروت ۷ /۱۵۸

قال فی فتوح الغیب وھذا ھو الحق وروایۃ نزولھا فی ابی طالب ھی الصحیحۃ[27] اھ وکذا ردہ الامام الرازی فی الکبیر وقال العلامۃ الخفاجی فی عنایۃ القاضی بعد نقل کلام التقریب اعتمدہ من بعدہ من الشراح ولاینافیہ قولہ فی الحدیث فنزلت لامتداد استغفارہ لہ الی نزولھا اولان الفاء للسببیۃ بدون تعقیب[28] اھ	شدت پسندی تو اس سورۃ میں ظاہر ہوئی ہے۔اھ امام قسطلانی نے فرمایا کہ فتوح الغیب میں ہے کہ یہی حق ہے اور اس کے ابوطالب کے بارے میں نزول والی روایت ہی صحیح ہے اھ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یونہی زمخشری کا رد کیا ہے، اور علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی میں تقریب کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا کہ بعد والے تمام شارحین نے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ حدیث میں وارد راوی کے قول فنزلت کے منافی نہیں اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نزول آیت تک ابوطالب کے لیے استغفار میں استمرار فرمایا یا اس لیے کہ فاء سببیت کے لیے ہے نہ کہ تعقیب کے لیے اھ (ت)
اقول: والدلیل علی الاستمرار واستدامۃ الاستغفار قول سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاستغفرن لك مالم انہ عنہ[29] فھذا مقام الجزم دون التجویز والاستظھار، علا ان الامام الجلیل الجلال السیوطی فی کتاب الاتقان[30] عقد فصلا لبیان	**میں کہتا ہوں** کہ استغفار کے استمرار و دوام پر دلیل سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں تیرے لیے ضرور استغفار کروں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا۔ لہٰذا یہ مقام جزم ہے نہ کہ مقام تجویز و تائید، علاوہ ازیں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاتقان میں یہ بیان کرنے کے لیے ایک فصل قائم فرمائی ہے کہ مکی

[27] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ توبہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۷ /۱۵۸

[28] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴ /۶۴۸

[29] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب ۱ /۵۴۸ و سورۃ التوبۃ ۲/ ۶۷۵ وسورۃ القصص ۲/ ۷۰۳، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام من حضر الموت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۰

[30] الاتقان فی علوم القرآن فصل فی ذکر ما استثنی من المکی والمدنی دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۷۳

مانزل من اٰیات السور المکیۃ بالمدینۃ وبالعکس وذکر فیہ عن بعضھم ان اٰیۃ ماکان للنبی اٰیۃ مکیۃ نزلت فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب لاستغفرن لك مالم انہ عنہ واقرہ[31] علیہ فعلی ھذا یزھق الاشکال من راسہ ثم ان لفظ البخاری فی کتاب التفسیر فانزل اللہ بعد ذلك قال الحافظ فی فتح الباری الظاھر نزولھا بعدہ بمدۃ الروایۃ التفسیر[32] اھ وھذا ایضایطیح الشبھۃ من راسھا افاد ھٰذین العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وبعد اللتیا والتی اذقدافصح الحدیث الصحیح بنزولھا فیہ فکیف ترد الصحاح بالھوسات۔	سورتوں کی کون سی آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور اس کے برعکس (یعنی مدنی سورتوں کی کون سی آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں) اور اس میں بعض مفسرین کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ آیتِ کریمہ ماکان للنبی مکی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں نازل ہوئی جو آپ نے ابو طالب سے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لیے استغفار کروں گا اور امام سیوطی نے اس کو برقرار رکھا اس بنیاد پر تو اشکال سرے سے ہی دفع ہو جائے گا۔ پھر کتاب التفسیر میں بخاری کے لفظ یہ ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالٰی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی، حافظ نے فتح الباری میں کہا روایت تفسیر کی بنیاد پر ظاہر یہ ہے کہ اس کا نزول سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادِ مذکور سے کچھ مدت کے بعد ہوا اھ یہ بھی سرے سے شبہہ کا ازالہ کر دیتا ہے، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ان دونوں کا افادہ فرمایا، اس لمبی اور مختصر گفتگو کے بعد جب حدیث صحیح نے ابو طالب کے بارے میں نزول آیت کی تصریح کر دی تو خواہشات کے ساتھ صحیح حدیثوں کو کیسے رَد کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

آیت ثالثہ: قال عزّ مجدہ (اللہ عزّ مجدہ نے فرمایا۔ ت):

"وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْـَٔوْنَ عَنْہُ ۚ وَاِنْ یُّھْلِکُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَ	وہ اس نبی سے اوروں کو روکتے اور باز رکھتے ہیں اور خود اس پر ایمان لانے سے بچتے اور دور رہتے

[31] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ذکر وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفہ بیروت ۱/ ۲۹۳

[32] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ذکر وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفہ بیروت ۱/ ۲۹۳

مَایَشْعُرُوْنَ﴿۲۶﴾"[33]۔	ہیں اور اس کے باعث وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔

یعنی جان بوجھ کر جو بے شعوروں کے سے کام کرے اس سے بڑھ کر بے شعور کون۔ سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اُن کے تلمیذ رشید سیدنا امام اعظم کے استاد مجید امام عطاء بن ابی رباح و مقاتل وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں، یہ آیت ابوطالب کے باب میں اُتری۔ تفسیر امام بغوی محی السنہ میں ہے:

قال ابن عباس و مقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی الناس عن اذی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و یمنعھم و ینأی عن الایمان بہ ای یبعد[34]۔	ابن عباس و مقاتل نے فرمایا کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی، وہ لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتا تھا اور انہیں منع کرتا تھا اور خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دور رہتا۔ (ت)

انوار التنزیل میں ہے:

ینھون عن التعرض الرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ینأون عنہ فلا یؤمنون بہ کابی طالب[35]۔	وہ لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعاقب کرنے سے روکتے اور خود آپ سے دور رہتے چنانچہ آپ پر ایمان نہیں لاتے جیسے ابوطالب (ت)

حدیث سوم: فریابی اور عبدالرزاق اپنے مصنف اور سعید بن منصور سنن میں اور عبد بن حمید اور ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تفسیر میں راوی:

قال نزلت فی ابی طالب کان ینھٰی عن المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	یعنی یہ آیت ابوطالب کے بارے میں اُتری کہ وہ کافروں خو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

[33] القرآن الکریم ۶/ ۲۶

[34] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ دارالکتب بیروت ۲/ ۷۵

[35] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ دارالفکر بیروت ۲/ ۴۰۱

یتباعد عما جاء به[36]۔	ایذا سے منع کرتے باز رکھتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دور رہتے۔
قال فی مفاتیح الغیب فیه قولان منهم من قال المراد انهم ینهون عن التصدیق نبوته والاقرار برسالته وقال عطاء ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینهی قریشا عن ایذاء النبی علیه الصلوة والسلام ثم یتباعد عنه ولا یتبعه علی دینه، و القول الاول اشبه لوجهین الاول ان جمیع الایات المتقدمة علی هٰذه الایة تقتضی ذم طریقتهم فلذلك قوله وهم ینهون عنه ینبغی ان یکون محمولا علی امر مذموم فلو حملناه علی ان ابا طالب کان ینهٰی عن ایذاءه لما حصل هذا النظم، والثانی انه تعالٰی قال بعد ذلك "وان یهلکون الا انفسهم" یعنی به ما تقدم ذکره ولا یلیق ذلك ان یکون المراد من قوله "وهم ینهون عنه" النهی	مفاتیح الغیب میں فرمایا اس میں دو قول ہیں ان میں سے بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ وہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اور آپ کی رسالت کے اقرار سے روکتے ہیں جب کہ عطاء اور مقاتل نے کہا کہ وہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی وہ قریش کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذارسانی سے روکتے تھے پھر خود آپ سے دور رہتے اور دین میں آپ کی اتباع نہیں کرتے تھے، قولِ اوّل دو وجہ سے زیادہ مناسب ہے۔ **وجہ اوّل**: یہ ہے کہ اس آیۃ کریمہ سے ما قبل والی تمام آیتِ قریش کے طریقہ کی مذمت کا تقاضا کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ اللہ تعالٰی کا قول وهم ینهون عنه (یعنی وہ اس سے روکتے ہیں) بھی امر مذموم پر محمول ہونا چاہیے اگر ہم اس کو اس معنی پر محمول کریں کہ ابو طالب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے تھے تو یہ نظم مذکور حاصل نہ ہوگا۔ **وجہ ثانی** یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ اس سے مراد وہی ہے جس کا پہلا ذکر ہو چکا ہے۔

[36] الدرالمنثور بحواله الفریابی و عبدالرزاق وغیره تحت آلایة ۶ /۲۶ داراحیاء التراث العربی ۳ /۲۳۷، جامع البیان (تفسیر طبری) تحت آیۃ ۶ /۲۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷ /۲۰۲، دلائل النبوة للبیهقی جماع ابواب المبعث باب وفاة ابی طالب، دارالکتب العلمیه بیروت ۲ /۳۴۰، تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیہ ۶/ ۲۶ مکتبہ نزار مصطفٰی البازمکہ مکرمہ ریاض ۴ /۱۲۷۷

عن اذیتہ لانّ ذلک حسن لایوجب الھلاک[37] اھ۔	اور یہ مناسب نہیں کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "اور وہ اس سے روکتے ہیں" سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذاء رسانی سے روکنا ہو اس لیے کہ یہ تو حسن ہے جو موجبِ ہلاکت نہیں ہوتا اھ (ت)
اقول: اصل الذم النسائی وقد تشدد بالنھی فان الذنب بعد العلم اشد منہ حین الجھل فذکر النھی لا بانۃ شدۃ ما یلحقہ من الذم فی ذلک و عظمۃ ما یعتریہ من الوزر فیما ھنالک فان العلم حجۃ اللہ مالک وعلیک الا تری الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ابی طالب ولو لا انا لکان فی الدرک الا سفل من النار[38] کما سیأتی مع ما علم من حمایتہ وکفالتہ و نصرتہ ومحبتہ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طول عمرہ فانما کادیکون فی الدرک الاسفل لولا شفاعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما ابی الایمان مع کما العرفان فالایۃ	**میں کہتا ہوں** اصل مذمت تو نائی یعنی دور رہنے کی وجہ سے ہے جو نہی کے سبب سے شدید ہوگئی، کیونکہ علم کے بعد گناہ اس گناہ سے زیادہ شدید ہوجاتا ہے جو زمانہ جہالت میں کیا گیا ہو۔ چنانچہ نہی کا یہاں ذکر اس شدت و عظمت کے اظہار کے لیے جو اس سے ملحق گناہ اور بوجھ سے متعلق ہوتی ہے کیونکہ علم اللہ تعالٰی کی حجرت ہے تیرے حق میں اور تیرے خلاف کیا تو ابوطالب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نہیں دیکھا دیکھا کہ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا ابوطالب کی طرف سے تمام عمر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوتی تو ابوطالب جنہم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے کیونکہ کمال معرفت کے باوجود نے انہوں سے انکار کیا۔

[37] مفاتیح الغیب(تفسیر کبیر)تحت آلایۃ ۲۶/ ۶ المطبعۃ البھیۃ مصر ۱۲/ ۱۷۹

[38] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸، صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

علی وزان قولہ تعالٰی "اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡکِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ "[39]۔ فذکر فی سیاق الذم امرھم بالبر وتلاوتھم الکتاب وانما القصد الی وتلاوتھم الکتاب وانما القصد الی نسیانھم انفسھم وذکر ھٰذین للتسجیل بل قال جل ذکرہ: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲﴾ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳﴾ "[40]۔فشدد النکیر علی القول من دون عمل وان کان القول خیرا فی نفسہ قال فی معالم التنزیل: قال المفسرون ان المؤمنین قالوا لونعلم ای الاعمال احب الی اللہ عزوجل لعملناہ ولبذلنافیہ اموالنا وانفسنا فانزل عزوجل ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا فابتلوا بذلك یوم احد فولوا مدبرین فانزل اللہ تعالٰی: لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲﴾ [41]۔اھ وبہ ینحل الوجھان لمن انصف لاجرم ان قال الخفاجی

چنانچہ آیت مذکورہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی طرف پر ہے کہ کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے جان کو کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ ان کے نیکی کا حکم دینے اور کتاب پڑھنے کو مذمت کے سیاق میں ذکر کیا۔ مقصود تو ان کا اپنی جانوں کو بھلانا ہے اور ان دونوں باتوں کا ذکر بطور تمہید ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ تو یہاں پر قول بلا عمل پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا اگرچہ فی نفسہ قول اچھا ہو۔ معالم التنزیل میں کہا کہ مفسرین نے فرمایا کہ مومنوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل کون سا ہے تو ہم اس کو ضرور کریں گے اور اس میں اپنے مال و جان قربان کردیں گے۔ تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر پھر غزوہ اُحد میں انہیں اس میں مبتلا کردیا گیا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے ہو۔ اور اس سے منصف کے لیے دونوں وجہیں کھل گئیں۔ علامہ خفاجی نے

[39] القرآن الکریم ۲/ ۴۴

[40] القرآن الکریم ۶۱/ ۲و۳

[41] معالم التنزیل(تفسیر بغوی)تحت آیۃ ۶۱/ ۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۰۷

فی العنایۃ بعد نقلہ کلام الامام فیہ نظر اھ[42]۔ بالجملۃ فعطاء اعلم منا ومنکم باسالیب القرآن ونظمہ فضلا عن ھذا الحبر العظیم الذی قد فاق اکثر الامۃ فی علم القرآن وفھمہ واللہ تعالٰی اعلم۔	عنایۃ میں امام کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا۔اس میں نظر ہے۔اھ خلاصہ یہ کہ عطاء قرآن مجید کے اسالیب و نظم کو ہم سے اور تم سے زیادہ جاننے والا ہے۔چہ جائیکہ یہ عظیم عالم متبحر جو قرآن مجید کے علم و فہم میں اکثر امت پر فوقیت رکھتا ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

فصل دوم ـــــــ احادیث

حدیث چہارم: صحیحین و مسند امام احمد میں حضرت سیدنا عباس عمِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے۔

انہ قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما اغنیت عن عمك فواللہ کان یحوطك ویغضب لك قال ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار[43]۔وفی روایۃ وجدتہ غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح[44]۔	یعنی انہوں نے خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا؟ خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کے لیے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔فرمایا میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اُسے کھینچ کر پاؤں تک آگ میں کردیا اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

امام ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

یؤید الخصوصیۃ انہ بعد ان امتنع	یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خصوصیت سے

---

[42] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشھاب علی تفسیر البیضاوی تحت الایۃ ۶ /۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴ /۶۵

[43] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۵۴۸ وصحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۹۱۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۱۵، مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۲۰۷ و ۲۱۰

[44] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب ۱ /۱۱۵

شفع لہ حتی خفف لہ العذاب بالنسبۃ لغیرہ[45]۔	ہوا کہ ابو طالب نے باآنکہ ایمان لانے سے انکار کیا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نے اتنا کام دیا کہ بہ نسبت باقی کافروں کے عذاب ہلکا ہوگیا۔

حدیث پنجم: صحیحین ومسند امام احمد میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابوطالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیمۃ فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ[46]۔	یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ابوطالب کا ذکر آیا فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ روزِ قیامت میری شفاعت اسے یہ نفع دے گی کہ جہنم میں پاؤں تک کی آگ میں کردیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی جس سے اس کا دماغ جوش مارے گا۔

یونس بن بکیر نے حدیث محمد بن اسحٰق سے یوں روایت کیا: یغلی منہ دماغہ حتی یسیل علی قدمیہ[47]۔ اس کا بھیجا اُبل کر پاؤں پر گرے گا۔ عمدۃ القاری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری ومواہب الدنیا وغیرہا میں امام سہیلی سے منقول:

الحکمۃ فیہ ان اباطالب کان تابعا لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لجملتہ الا انہ استمر ثابت القدم علی دین قومہ فسلط العذاب علی قدمیہ خاصۃ لتثبیتہ ایاھما علی دین قومہ[48]۔	یعنی ابو طالب کے پاؤں تک آگ رہنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ عزوجل جزا ہمشکل عمل دیتا ہے ابوطالب کا سارا بدن حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمایت میں صرف رہا، ملتِ کفر پر ثابت قدمی نے پاؤں پر عذاب مسلط کیا۔

[45] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ القصص باب قولہ انك لاتھدی مصطفی البابی مصر ۱۰/ ۱۲۳

[46] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۰، صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸

[47] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحق ۱/ ۲۶۴ وارشاد الساری بحوالہ ابن اسحق تحت الحدیث ۳۸۸۵ ۸/ ۳۵۱

[48] عمدۃ القادری شرح صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب حدیث ۳۸۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۴، ارشاد الساری بحوالہ السھیلی تحت الحدیث ۳۸۸۵، ۸/ ۳۵۱ والمواہب اللدنیہ بحوالہ السھیلی ۱/ ۲۶۴

اسی طرح تسیر شرح جامع صغیر وغیرہ میں ہے۔

حدیث ششم: بزار وابویعلٰی وابن عدی وتمام حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قیل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل نفعت ابا طالب قال اخرجتہ من غمرۃ جھنم الٰی ضحضاح منھا[49]۔	یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی حضور نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا۔فرمایا میں نے اسے دوزخ کے غرق سے پاؤں کی آگ میں کھینچ لیا۔

امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں۔

فان قلت اعمال الکفرۃ ھباء منثورا لافائدۃ فیھا قلت ھذا النفع من برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخصائصہ[50]۔	اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ ابو طالب کو یہ نفع ملنا صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ہے ورنہ کافروں کے اعمال تو غبار ہیں ہوا پر اڑائے ہوئے۔

حدیث ہفتم: طبرانی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان الحارث بن ھشام اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم حجۃ الوداع فقال یارسول اللہ انی کنت علی صلۃ الرحم والاحسان الی الجار وایواء الیتیم واطعام الضیف واطعام المسکین وکل ھذا قدن کا یفعلہ ھشام بن المغیرۃ فماظنک بہ یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل قبر ای لایشھد صاحبہ ان لا الٰہ الا اللہ فھو جذوۃ من النار، و قد وجدت	یعنی حارث بن ہشام رضی اللہ تعالٰی نے روز حجۃ الوداع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی۔ یارسول اللہ ! میں ان باتوں پر عمل کرتا ہوں۔رشتہ داروں سے نیک سلوک، ہمسایہ سے اچھا برتاؤ، یتیم کو جگہ دینا، مہمان کو مہمانی دینا، محتاج کو کھانا کھلانا اور میرا باپ ہشام یہ سب کام کرتا تھا تو حضور کا اس کی نسبت کیا گمان ہے ؟ فرمایا جو قبر بنے جس کا مردہ لاالٰہ الا اللہ نہ مانتا ہو وہ دوزخ کا انگارا ہے میں نے خود اپنے چچا ابوطالب کو

[49] مسند ابو یعلی الموصلی عن مسند جابر بن عبداللہ حدیث ۲۰۴۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۳۹۹

[50] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار تحت الحدیث ۳۸۸۳ دار الکتب العلمیہ ۱۷/ ۲۳

عمی اباطالب فی طمطام من النار فاخرجه الله لمکانه منی واحسانه الی فجعله فی ضحضاح من النّار [51]۔	سر سے اونچی آگ میں پایا، میری قرابت وخدمت کے باعث اللہ تعالٰی نے اُسے وہاں سے نکال کر پاؤں تک آگ میں کردیا۔

مجمع بحار الانوار میں بعلامت کاف امام کرمانی شارح بخاری سے منقول:

نفع اباطالب اعماله ببرکته صلی الله تعالٰی علیه وسلم وان کان اعمال الکفرة هباء منثورا [52]۔	یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ابوطالب کے اعمال نفع دے گئے ورنہ کافروں کے کام تو نرے برباد ہوتے ہیں۔

حدیث ہشتم: امام احمد مسند اور امام بخاری ومسلم اپنی صحاح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اهون اهل النار عذابا ابوطالب وهو منتعل بنعلین من نار یغلی منهما دماغه [53]۔	بے شک دوزخیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب پر ہے وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔

نیز صحیحین میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اهون اهل النار عذابا من له نعلان و شراکان من نار یغلی منهما دماغه کما یغلی المرجل مایرٰی ان احدا اشد منه عذابا وانه لاهونهم عذابا [54]۔	دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہے جسے آگ کے دو جوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے جن سے اس کا دماغ دیگ کی طرح جوش مارے گا وہ یہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی پر ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔

اسی حدیث میں امام احمد کی روایت یوں ہے:

---

[51] المعجم الکبیر عن ام سلم حدیث ۹۷۲ المکتبۃ الفی صلیۃ بیروت ۲۳/ ۴۰۵، المعجم الاوسط حدیث ۷۳۸۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۱۹۰

[52] مجمع بحار الانوار

[53] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

[54] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

یوضع فی اخمص قدمیه جمر تان یغلی منهما دماغه[55]۔	اس کے تلووں میں انگارے رکھے جائیں گے جس سے بھیجا اُبلے گا۔

اور صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

یقول اللہ لاھون اھل النار عذابا یوم القیمة لو ان لك مافی الارض من شیئ اکنت تفتدی به فیقول نعم فیقول اردت منك اھون من ھذا وانت فی صلب اٰدم ان لاتشرك لی شیئا فابیته ان لاتشرك بی[56]۔	دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے سے اللہ عزوجل فرمائے گا تمام زمین میں جو کچھ ہے اگر تیری ملک ہوتا تو کیا اسے اپنے فدیہ میں دے کر عذاب سے نجات مانگنے پر راضی ہوگا؟ وہ عرض کرے گا ہاں فرمائے گا میں نے تو تجھ سے روزِ میثاق جب کہ تو پشت آدم میں تھا اس سے بھی ہلکی اور آسان بات چاہی تھی کہ کسی کو میرا شریک نہ کرنا مگر تو نے نہ مانا بغیر میرا شریک ٹھہرائے ہوئے۔

اس حدیث سے بھی ابوطالب کا شرک پر مرنا ثابت ہے۔کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

قبل ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مسح ابا طالب بعد موته وانسی تحت قدمیه ولذا ینتعل بنعلین من النار[57]۔	یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد مرگ ابوطالب کے بدن پر دستِ اقدس پھیر دیا تھا مگر تلووں پر ہاتھ پھیرنا یاد نہ رہا اس لیے ابوطالب کو روزِ قیامت آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے۔(باقی جسم بہ برکتِ دستِ اقدس محفوظ رہے گا۔)

حدیث نہم: امام شافعی وامام احمد وامام اسحٰق بن راہویہ وابوداؤد وطیالسی اپنی مسانید اور ابن سعد

[55] مسند احمد بن حنبل عن نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۲۷۴

[56] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۹۷۰،صحیح مسلم کتاب صفۃ المنافقین باب فی الکفار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۳۷۴،مشکوۃ المصابیح باب صفۃ النار واھلہا الفصل الاول قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۰۲

[57] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وفاۃ ابی طالب موسسۃ شعبان بیروت ۱ /۳۰۰

طبقات اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد و نسائی سنن اور ابن خزیمہ اپنی صحیح اور ابن الجارود منتقی اور مروزی کتاب الجنائز اور بزار و ابویعلٰی مسانید اور بیہقی سنن میں بطریقِ عدیدہ حضرت سیدنا امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی:

قال قلت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان عمّك الشیخ الضال قدمات قال اذھب فوار اباك[58]۔	یعنی میں نے حضورِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کا چچا وہ بُڈھا گمراہ مرگیا، جا،اسے دبا آ۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے مولا علی نے عرض کی:

ان عمّك الشیخ الکافرقدمات فما تری فیہ.قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اری ان تغسلہ وامرہ بالغسل[59]	حضور کا چچا وہ بڈھا کافر مرگیا اس کے بارے میں حضور کی کیا رائے ہے یعنی غسل وغیرہ دیا جائے یا نہیں؟ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا نہلا کر دبا دو۔

امام شافعی کی روایت میں ہے:

فقلت یارسول اللہ انہ مات مشرکا قال اذھب فوارہ[60]۔	میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو مشرک مرا،فرمایا: جاؤ، دبا آؤ۔

امام الائمہ ابن خزیمہ نے فرمایا: حدیث صحیح ہے۔امام حافظ الشان اصابہ فی تیمیز الصحابہ میں فرماتے ہیں: صححہ ابن خزیمہ[61]۔(ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ت)

---

[58] نصب الرایة بحوالة الشافعی واسحق بن راھویہ وابی داؤد الطیالسی وغیرھم کتاب الصلوۃ فصل فی الصلوۃ علی المیت الحدیث الحادی العشر النوریة الرضویة پبلشنگ کمپنی لاہور ۲ /۲۸۹و۲۹۰، سُنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الرجل یموت لہ قرابة مشرك آفتاب عالم پریس ۲/۱۰۲، مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۱۲۹و۱۳۰، السنن الکبری کتاب الجنائز باب المسلم یغسل ذاقرابتہ دارصادر بیروت ۳ /۳۵۸

[59] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز باب فی الرجل یموت لہ قرابة المشرك ادارۃ القرآن کراچی ۳ /۳۴۸

[60] نصف الرایہ بحوالة الشافعی کتاب الصلوۃ فصل فی الصلوۃ علی المیت النوریہ الرضویہ الخ ۳ /۲۹۰

[61] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء ابوطالب دارصادر بیروت ۴ /۱۱۷

اس حدیث جلیل کو دیکھئے ابوطالب کے مرنے پر خود امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ حضور کا وہ گمراہ کافر چچا مر گیا۔ حضور اس پر انکار نہیں فرماتے نہ خود جنازے میں تشریف لے جاتے ہیں۔ابوطالب کی بی بی امیر المومنین کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جب انتقال کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی چادر وقمیص مبارک میں انہیں کفن دیا۔اپنے دستِ مبارک سے لحد کھودی،اپنے دستِ مبارک سے مٹی نکالی،پھر ان کے دفن سے پہلے خود ان کی قبر مبارک میں لیٹے اور دعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حیّ لایموت اغفر لامّی فاطمۃ بنت اسد و وسّع علیھا مدخلھا بحق نبیك و الانبیاء الذین من قبلی،فانّك ارحم الراحمین رواہ الطبرانی [62] فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابونعیم فی الحلیۃ عن انس ونحوہ ابن ابی شیبۃ عن جابر والشیرازی فی الالقاب وابن عبد البر وابونعیم فی المعرفۃ،والدیلمی بسند حسن عن ابن عباس وابن عساکر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔	اللہ جِلاتا ہے اور مارتا ہے اور خود زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا،میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اُن کی قبر وسیع کر صدقہ اپنے نبی کا اور مجھ سے پہلے انبیاء کا،توسب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔(روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر واوسط میں،ابن حبان نے حاکم نے اور اس نے اس کی تصحیح کی، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے،اور اس کی مثل ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے،شیرازی نے القاب میں،ابن عبدالبر نے،ابونعیم نے معرفہ میں،ویلمی نے سند حسن کے ساتھ ابن عباس سے اور ابن عساکر نے حضرت علی سے،رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ت)

کاش ابوطالب مسلمان ہوتے تو کیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن کے جنازہ میں تشریف نہ لے جاتے۔صرف اتنے ہی ارشاد پر قناعت فرماتے کہ جاؤ اسے دباء آو امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی قوتِ ایمان دیکھئے کہ خاص اپنے باپ نے انتقال کیا ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل کا فتوٰی دے رہے ہیں،اور یہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! وہ تو مشرک مرا۔ایمان ان بندگانِ خدا کے تھے کہ اللہ ورسول کے مقابلہ میں باپ بیٹے کسی سے کچھ علاقہ نہ تھا،اللہ ورسول کے مخالفوں کے دشمن تھے اگرچہ وہ اپنا جگر ہو،دوستانِ خداو

[62] مجمع الزوائد کتاب المناقب باب مناقب بنت اسد دار الکتاب بیروت ۹ /۲۵۷،کنزالعمال حدیث ۳۴۴۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۴۷

رسول کے دوست تھے اگرچہ اُن سے دنیوی ضرر ہو۔

"اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ "[63]۔جعلنا اللہ منھم بھم ولھم بفضل رحمۃ بھم انہ ھو الغفور الرحیم، والحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیدنا ومولٰینا محمد وٰلہ واصحابہ اجمعین اٰمین۔	یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے انکی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے، سنتا ہے اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں ان کے صدقے میں ان میں سے کردے۔ بے شک وہ ہی بہت بخشنے والا مہربان ہے، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی ہمارے آقا محمد مصطفٰی! آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر، اے اللہ! ہماری دُعا قبول فرما! (ت)

حدیث دہم: بخاری و مسلم اپنی صحاح اور ابن ماجہ اپنی سنن اور طحاوی شرح معانی آلاثار اور اسماعیلی مستخرج علٰی صحیح البخاری میں بطریق امام علی بن حسین زین العابدین عن عمرو بن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہم سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انہ قال یارسول اللہ این تنزل فی دارك بمکۃ فقال و ھل ترك عقیل من رباع او دور وکان عقیل ورث ابا طالب ھو وطالب ولم یرثہ جعفر ولا علی رضی اللہ تعالٰی عنھما شیئا لانھما کان مسلمین وکان عقیل و طالب کافرین فکان عمرین الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول لایرث	یعنی انہوں نے خدمتِ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی کہ یارسول اللہ! حضور کل مکہ معظّمہ میں اپنے محلے کے کون سے مکان میں نزول اجلال فرمائیں گے۔ فرمایا، کیا ہمارے لیے عقیل نے کوئی محلّہ یا مکان چھوڑ دیا ہے۔ امام زین العابدین نے فرمایا: ہوا یہ تھا کہ ابوطالب کا ترکہ عقیل اور طالب نے پایا، اور جعفر و علی

[63] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

المؤمن الکافر [64]۔ولفظ ابن ماجۃ والطحاوی فکان عمر من اجل ذٰلك یقو ل [65]۔الخ ولفظ الاسماعیلی فمن اجل ذٰلك کان عمر یقول [66]۔	رضی اللہ تعالٰی عنہما کو کچھ نہ ملا۔یہ دونوں حضرات وقتِ موت ابی طالب مسلمان تھے اور طالب کافر تھا اور عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔اسی بناء پر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے کہ کافر کا ترکہ مسلمان کو نہیں پہنچتا۔
تنبیہ:لاشك ان قولہ وکان عقیل ورث اباطالب مدرج فی الحدیث ولم یبین قائلہ فی الکتب الذی ذکرنا واخترت انا انہ الامام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال الامام العینی فی العمدۃ قولہ وکان عقیل ادراج من بعض الرواۃ ولعلہ من اسامۃ کذا قال الکرمانی [67]اھ والصواب ما ذکرتہ وقد کتبت علٰی ھامش العمدۃ ما نصہ۔	**تنبیہ:**اس میں شک نہیں کہ اس قول اور عقیل وارث ہوا ابو طالب کا حدیث میں داخل کیا گیا اس کا قائل ان کتابوں میں مذکور نہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور میں نے اختیار کیا ہے کہ وہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔امام عینی نے عمدۃ القاری میں کہا کہ اس کا قول وکان عقیل بعض راویوں کی طرف سے حدیث میں داخل کیا گیا ہے، ممکن ہے یہ ادراج و ادخال اسامہ کی طرف سے ہو۔کرمانی نے یوں ہی کہا ہے اھ، اور درست وہی ہے جو میں نے ذکر کیا،اور میں نے عمدۃ القاری پر حاشیہ لکھا جس کی صراحت یہ ہے۔(ت)
اقول:بل ھو من علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم ،بیّنہ	**میں کہتا ہوں** بلکہ وہ علی بن حسین بن علی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اس کو امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں

[64] صحیح البخاری کتاب المناسك باب توریث دور مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۶،صحیح مسلم کتاب الحج باب النزول بمکۃ وتوریث دورھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۶

[65] سُنن ابن ماجہ ابو اب الفرائض باب میراث اھل الاسلام من اھل الشرك الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۰

[66]

[67] عمدۃ القاری کتاب المناسك باب توریث دور مکہ الخ تحت الحدیث ۱۵۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۳۲۴

مالك فی مؤطاہ فانہ اسند اولا عن ابن شھاب بالسند المذکور فی الکتاب اعنی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایرث المسلم الکافر اھ[68]۔ثم قال مالك عن ابن شھاب عن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب انہ اخبرہ انما ورث اباطالب عقیل وطالب ولم یرثہ علی قال علی فلذلك ترکنا نصیبنا من الشعب[69] اھ وھکذا رواہ محمد فی مؤطاہ عن مالك مفرقا مصرحا فقد بین واحسن احسن اللہ الیہ والینا بہ امین۔	میں بیان فرمایا ہے، پہلے اس کو امام مالک نے ابن شہاب سے ذکر یعنی صحیح بخاری میں مذکور سند کے ساتھ ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کا وارث نہیں بنتا اھ پھر کہا مالک نے ابن شہاب سے روایت کی اس نے علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب سے،اس نے خبر دی کہ عقیل اور طالب ابو طالب کے وارث بنے جب کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کے وارث نہ بنے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کردیا۔اسی طرح امام محمد نے اپنی کتاب مؤطا میں امام مالک سے صراحتًا روایت کیا انہوں نے خوب ظاہر کیا اور احسان کیا،اللہ تعالٰی ان پر اور ہم پر احسان فرمائے۔امین(ت)

حدیث یازدہم: عمر بن شبہ کتاب مکہ میں اور ابویعلٰی وابوبشر اور سمویہ اپنے فوائد اور حاکم مستدرک میں بطریق محمد بن سلمہ بن ہشام بن حسان عن محمد بن سیرین قصہ اسلام ابی قحافہ والد امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال فلما مدیدہ یبایعہ بکی ابوبکر فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما یبکیك قال لان تکون ید عمك مکان یدہ ویسلم ویقر	یعنی جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست انور ابوقحافہ سے بیعت اسلام لینے کے لیے بڑھایا،صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ روئے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی: ان کے ہاتھ کی جگہ آج حضور کے

[68] مؤطا امام مالك کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ٦٦٦

[69] مؤطا امام مالك کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ٦٦٦

اللہ عینك احب الیّ من ان یکون[70]۔	چچا کا ہاتھ ہوتا اور ان کے اسلام لانے سے اللہ تعالٰی حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی آنکھ ٹھنڈی کرتا تو مجھی اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ یہ بات عزیز تھی۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث بر شرطِ شیخین صحیح ہے۔ حافظ الشان نے اصابہ میں اسے مسلم رکھا اور فرمایا: سندہ صحیح[71]۔ (اس کی سند صحیح ہے۔ت)

حدیث دوازدہم: ابوقرہ موسٰی بن طارق وہ موسٰی بن عبیدہ وہ عبداللہ بن دینار وحضور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال جاء ابو بکر بابی قحافة یقودہ یوم فتح مکة فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ترك الشیخ حتی نأتیہ قال ابو بکر ادرت ان یأجرہ اللہ والذی بعثك بالحق لانا کنت اشد فرحا باسلام ابی طالب لوکان اسلم منی بابی[72]۔	یعنی صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اس بوڑھے کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا کہ ہم خود اس کے پاس تشریف فرما ہوتے، صدیق نے عرض کی کہ میں نے چاہا کہ اُن کو اجر دے قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ ابوطالب کے مسلمان ہونے کی خوشی ہوتی اگر وہ اسلام لے آتے۔ (ت)

اللہ اللہ یہ محبوب میں فنائے مطلق کا مرتبہ ہے، صدق اللہ "وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ"[73]۔ (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ت) اسی طرح

---

[70] الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ عمر بن شیبہ وغیرہ ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶

[71] الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ عمر بن شیبہ وغیرہ ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶

[72] الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ ابی قرة وغیرہ ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

[73] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۵

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ عَمّ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہا:

انا باسلامك اذا اسلمت افرح منی باسلام الخطاب، ذکرا بن اسحق[74] فی سیرتہ۔	مجھے آپ کے اسلام کی جتنی خوشی ہوئی اپنے باپ خطاب کے اسلام کی اتنی نہ ہوتی۔ (اس کو ابواسحٰق اس کی سیرت میں ذکر کیا۔ت)

حدیث سیز دہم: یونس بن بکیر فی زیادات مغازی ابن اسحٰق عن یونس بن عمرو عن ابی السفر:

قال بعث ابوطالب الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اطعمنی من عنب جنتك فقال ابوبکر ان اللہ حرمھا علی الکافرین[75]۔	یعنی ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کر بھیجی کہ مجھے اپنی جنت کے انگور کھلائے۔ اس پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ نے انہیں کافروں پر حرام کیا ہے۔

حدیث چہاردہم: الواحدی من حدیث موسٰی بن عبیدۃ قال اخبرنا محمد بن کعب القرظی،

قال بلغنی انہ لما اشتکی ابوطالب شکواہ التی قبض فیھا قالت لہ قریش ارسل الی ابن اخیك یرسل الیك من ھٰذہ الجنۃ التی ذکرھا یکون لك شفاء فارسل الیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ حرمھا علی الکافرین طعامھا وشرابھا ثم اتاہ فعرض علیہ الاسلام .فقال لولا ان تعیر بھا	یعنی ابوطالب کے مرض الموت میں کافرانِ قریش نے صلاح دی کہ اپنے بھتیجے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے عرض کرو کہ یہ جنت جو وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے تمہارے لیے کچھ بھیج دیں کہ تم شفاء پاؤ۔ ابوطالب نے عرض کر بھیجی حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالٰی نے جنت کا کھانا پانی کافروں پر حرام کیا ہے۔ پھر تشریف لا کر ابوطالب پر اسلام پیش کیا۔ ابوطالب نے کہا: لوگ حضور پر طعنہ کریں گے کہ

[74] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن اسحاق ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴ /۱۱۷

[75] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن اسحاق ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴ /۱۱۶

فیقال جزع عمّك من الموت لاقررت بھا عینك و استغفرله بعد مامات فقال المسلمون مایمنعنا ان نستغفر لآبائنا ولذوی قرابتنا قداستغفر ابراھیم علیه السلام لابیه ومحمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم لعمه فاستغفر واللمشرکین حتی نزلت ماکان للنبی والذین اٰمنوا[76] الاٰیة۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چچا موت سے گھبرا گیا اس کا خیال نہ ہوتا تو میں حضور کی خوشی کردیتا۔جب وہ مر گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکے لیے دعائے مغفرت کی، مسلمانوں نے کہا ہمیں اپنے والدوں قریبوں کے لیے دعائے بخشش سے کون مانع ہے،ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کی، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے چچا کے لیے استغفار کررہے ہیں،یہ سمجھ کر مسلمانوں نے اپنے اقارب مشرکین کے واسطے دعائے مغفرت کی،اللہ عزوجل نے آیت اتاری کہ مشرکوں کے لیے یہ دعا نہ نبی کو روا نہ مسلمانوں کو،جب کہ روشن ہولیا کہ وہ جہنمی ہیں۔والعیاذ باللہ تعالٰی

حدیث پانزدہم: ابونعیم حلیہ میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی،رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت مشیّة الله عزوجل فی اسلام عمی العباس و مشیتی فی اسلام عمی ابی طالب فغلبت مشیة الله مشیتی [77]۔	اللہ تعالٰی نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہا اور میری خواہش یہ تھی کہ میرا چچا ابوطالب مسلمان ہو،اللہ تعالٰی کا ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ ابوطالب کافر رہا اور عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مشرف باسلام ہوئے۔فللّٰہ الحجۃ البالغۃ

فصل سوم:

چون [۵۴] اقوال ائمہ کرام و علمائے اعلام اُوپر گزرے اور بعد کلام خدا و رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا حالتِ منتظرہ باقی ہے خاتمہ کا حال خدا اور رسول سے زیادہ کون جانے، عزمجدہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

---

[76]

[77] کنزالعمال برمز ابی نعیم عن علی حدیث ۳۳۴۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۵۲

مگر تکثیر فوائد و تسکین زائد کے لیے بعض اور بھی کہ سردست پیش نظر ہیں اضافہ کیجئے کہ زیادت خیر زیادت خیر ہے۔ وباللہ التوفیق۔

امام الائمہ، مالک الازمّہ، کاشف الغمہ، سراج الائمہ، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ابوطالب عمه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مات کافرا [78]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی موت کُفر پر ہوئی۔ والعیاذ باللہ۔

امام برہان الدین علی بن ابی بکر فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

اذا مات الکافر وله ولی مسلم فانه یغسله ویکفنه و یدفنه بذلك امر علی رضی اللہ تعالٰی عنه فی حق ابیه ابی طالب لکن یغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقة ویحفر حفیرة من غیر مراعاة سنة التکفین و اللحد ولایوضع فیه بل یلقی [79]۔	جب کافر مرجائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ان کے باپ ابوطالب کے بارے میں ایسا ہی حکم دیا گیا۔ لیکن اس کو غسل ایسے دیا جائے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لیے گڑھا کھودا جائے، کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنت ملحوظ نہ رکھی جائے اور نہ ہی اس کو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ت)

امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

مات کافر یغسله ولیه المسلم ویکفنه ویدفنه، و الاصل فیه انه لما مات ابوطالب اتی علی رضی اللہ تعالٰی عنه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وقال انّ عمّك الشیخ الضال	کافر مرجائے تو اس کا مسلمان رشتہ دار اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے، اس میں اصل یہ ہے کہ جب ابوطالب مرگئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا

[78] الفقہ الاکبر مع وصیّت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار لاہور ص ۲۱

[79] الہدایہ باب الجنائز فصل فی الصلوۃ علی المیت المکتبۃ العربیۃ دستگیر کالونی کراچی ۱/ ۶۲۔۱۶۱

قد مات فقال اغسله و اکفنه وادفنه و لاتحدث حدثا حتی تلقانی ای لاتصل علیه[80]۔	مر گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو اور کوئی نئی چیز نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے آملو یعنی اس کی نمازِ جنازہ مت پڑھنا الخ۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

مات للمسلم قریب کافر لیس له ولی من الکفار یغسله غسل الثوب الجنس ویلفه فی خرقة و یحفرله حفرة ویلقیه فیها من غیر مراعاة السنة فی ذلك لماروی ان اباطالب لما هلك جاء علیّ فقال یا رسول انّ عمّك الضال قدمات[81]۔ الخ	مسلمان کا کوئی قریبی کافر رشتہ دار مر گیا۔اس کا کافروں میں کوئی وارث موجود نہیں ہے تو وہ مسلمان اُسے غسل دے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے،ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھا کھود کر اس میں پھینک دے اور اس سلسلے میں سنت کا لحاظ نہ کرے کیونکہ مروی ہے کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آکر کہا یارسول اللہ ! آپ کا گمراہ چچا مر گیا ہے۔الخ

علامہ ابراہیم طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر علامہ سیّد احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں زیر قول نور الایضاح ان کان للکافر قریب مسلم غسله (اگر کسی کافر کا کوئی قریبی رشتہ دار مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے۔ت) فرماتے ہیں:

الاصل فیه ما رواه ابوداؤد وغیره عن علی رضی الله تعالٰی عنه قال لما مات ابوطالب[82]۔ الحدیث۔	اصل اس میں وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد وغیرہ نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ جب ابوطالب مر گیا تو انہوں نے کہا۔ (الحدیث۔ت)

علامہ زین بن نجیم مصری بحرالرائق میں فرماتے ہیں:

یغسل ولی مسلم الکافر ویکفنه و	مسلمان رشتہ دار کافر کو غسل دے، کفن پہنائے اور

[80] الکافی شرح الوافی

[81] غنیة المستملی شرح منیة المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۳

[82] حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوته نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۲۹ و ۳۳۰

یدفنه بذلك امر علی رضی الله تعالٰی عنه ان یفعل بابیه حین مات[83]۔	دفن کرے، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایسا کرنے کا حکم دیا گیا جب اُن کا باپ مرگیا۔(ت)

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اپنے قرابت دار کافر مردہ کو نہلاسکتا ہے کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ، نے اپنے باپ ابوطالب کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اجازت سے نہلایا۔

فتح القدیر وکفایہ وبنایہ وغیرہا تمام شروح ہدایہ میں اس مضمون کو مقبول ومقرر رکھا۔ کتبِ فقہ میں اس کی عبارات بکثرت ملیں گی سب کی نقل سے اطالت کی حاجت نہیں، واضح ہوا کہ سب علمائے کرام ابوطالب کو کافر جانتے ہیں۔ یونہی امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں "باب الرجل یموت له قرابة مشرک"[84] وضع فرمایا یعنی "باب اُس شخص کا جس کا کوئی قرابت دار مشرک مرے،" اور امام نسائی نے "باب مواراة المشرک"[85] یعنی "دفن مشرک کا باب"، اور دونوں نے اس میں یہی حدیث موتِ ابی طالب ذکر کی، انہیں نسائی کے اسی مجتبٰی میں ایک باب" النهی عن الاستغفار للمشرکین"[86] ہے اس میں حدیث دوم روایت کی، ابن ماجہ نے سُنن میں باب میراث "اهل الاسلام من اهل الشرك"[87] لکھا یعنی مشرک کا ترکہ مسلم کو ملے گا یا نہیں۔ اس میں حدیث دوم وارد کی۔ امام اجل صاحب المذہب سیّدنا امام مالک نے مؤطا شریف میں باب "التوارث بین اهل الملل"[88] منعقد فرمایا یعنی مختلف دین والوں میں ایک کو دوسرے کا ترکہ ملنے کا حکم، اور اس میں حدیثیں مسلم وکافر کے عدمِ توارث کی روایت فرمائیں جن میں یہ حدیث امام زین العابدین دربارہ ترکہ ابوطالب مذکور حدیث دہم بھی ارشاد کی۔ یونہی امام محرر المذہب سیّدنا امام محمد نے مؤطا شریف میں باب "لایرث المسلم الکافر"[89] منعقد فرما کر حدیث مذکور ایراد کی۔

---

[83] بحر الرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوته ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۱۹۰

[84] سُنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الرجل یموت له الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۱۰۲

[85] سُنن النسائی کتاب الجنائز باب مواراة المشرك نور محمد کارخانہ کراچی ۱ /۲۸۳

[86] سنن النسائی کتاب الجنائز باب النهی عن الاستغفار للمشرکین نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۲۸۶

[87] سنن ابن ماجه ابواب الفرائض باب میراث اہل الاسلام من اهل الشرك ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۰

[88] مؤطا الامام مالك کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۶۶

[89] مؤطا الامام محمد کتاب الفرائض باب لایرث المسلم کافر نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۱۹و۳۲۰

امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری نے جامع صحیح کتاب الجنائز میں ایک باب وضع فرمایا: "باب اذاقال المشرک عندالموت لا الٰہ الا اللہ"[90]۔ یعنی باب اس کے بیان کا کہ مشرک مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہے تو کیا حکم ہے اور اس میں حدیث دوم روایت فرمائی۔ اُسی کی کتاب الادب میں لکھا "باب کنیۃ المشرک"[91]۔ اس میں حدیث چہارم روایت اور حدیث مذکور:

سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول وھو علی المنبر ان بنی ھاشم بن المغیرۃ استاذنونی ان ینکحو ا ابنتھم علی بن ابی طالب[92]۔	میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا جب کہ آپ منبر پر تشریف فرماتھے کہ بنی ہاشم بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب کے ساتھ کردیں۔(ت)

ذکر کی_____ امام قسطلانی نے تطبیقِ حدیث وترجمہ میں لکھا "فذکر اباطالب المشرک بکنیۃ" نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابو طالب مشرک کو کنیت سے یاد فرمایا۔ پھر لکھا:

قد جوزواذکر الکافر بکنیتہ اذاکان لایعرف الا بھا کما فی ابی طالب اوکان علی سبیل التالف رجاء اسلامھم او تحصیل منفعۃ منھم لا علی سبیل التکریم فانا ما مورون بالاغلاظ علیھم[93]۔	علماء نے کافر کو کنیت سے ذکر کرنا ناجائز رکھا جب کہ وہ اور نام سے نہ پہچانا جائے جیسے ابوطالب یا بامیدِ اسلام تالیف مقصود یا کام نکالنا ہو مگر بطورِ تکریم جائز نہیں کہ ہمیں ان پر سختی کرنے کا حکم ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابن بطال فیہ جواز تکنیۃ المشرک[94]۔	امام ابن بطال نے فرمایا: اس حدیث سے مشرک کو بلفظ کنیت یاد کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

اُسی میں ہے:

[90] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذاقال المشرک عندالموت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱

[91] صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۶

[92] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۷

[93] ارشاد الساری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک تحت الحدیث ۶۲۰۸ بیروت ۲۳/ ۲۰۷و۲۱۰

[94] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الادب تحت الحدیث ۶۲۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲/ ۳۳۹

فیہ دلالۃ انّ اللہ تعالٰی قد یعطی الکافر عوضًا من اعمالہ التی مثلھا یکون قربۃ لا ھل الایمان باللہ تعالٰی لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبر ان عمہ نفعتہ تربیتہ ایاہ وحیاطتہ لہ التخفیف[95]۔الخ	اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کافر کو بھی اس کے اعمال کا کچھ عوض دیتا ہے، جو اہلِ ایمان کریں تو قُرب الٰہی پائیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور کے چچا کو حضور کی خدمت وحمایت نے تخفیف عذاب کا فائدہ دیا الخ۔

امام عارف باللہ سیدّی علی متقی مکی قدس سرہ الملکی نے اپنی کتبِ جلیلہ منہج العمال وکنزالعمال ومنتخب کنزالعمال میں ایک باب منعقد فرمایا:

الباب السادس فی اشخاص لیسوا من الصحابۃ[96]۔	اُن شخصوں کے ذکر میں جو صحابی نہیں، اور اسی باب میں ابو طالب وابوجہل وغیرہما ذکر کیا۔

اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن بن شیبا نے تیسیر الوصول الی جامع الاصول میں احادیث ذکر ابی طالب کو فصل غیر صحابہ میں وارد کیا اور اس میں صرف حدیث دوم وچہارم وپنجم کو جلوہ دیا۔ اگر ابوطالب کو اسلام نصیب ہوتا تو کیا وہ شخص صحابہ سے خارج ہو سکتا جس نے بچپن سے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گود میں پالا اور مرتے دم تک حضر وسفر کی ہمرکابی سے بہرہ یابی کا غلغلہ ڈالا۔

یونہی امام حافظ الحدیث ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ فی تمییز الصحابہ میں ابوطالب کو باب الکنٰی حرف الطاء المہملہ کی قسم رابع میں ذکر کیا۔ یعنی وہ لوگ جنہیں صحابی کہنا مردود وغلط وباطل ہے۔ اسی میں فرماتے ہیں:

ورد من عدۃ طرق فی حق من مات فی الفترۃ ومن ولد مجنونا ونحو ذٰلک ان کلا منھم یدلی بحجۃ ویقول لوعقلت اوذکرت لاٰمنت فترفع لھم نار ویقال لھم ادخلوھا فمن دخلھا	یعنی بہت اسانید سے حدیث آئی کہ جو زمانہ فترت میں اسلام آنے سے پہلے مرگیا یا مجنون پیدا ہوا اور جنون ہی میں گزر گیا اور اسی قسم کے لوگ جنہیں دعوتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نہ پہنچی ان میں ہر ایک روزِ قیامت ایک عذر پیش کرے گا کہ الٰہی! میں عقل رکھتا یا مجھے دعوت پہنچتی تو میں ایمان لاتا، ان کے امتحان کو ایک

[95] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک تحت الحدیث ۶۲۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲ /۳۳۹

[96] کنز العمال الباب السادس فی فضل اشخاص لیسوا من الصحابۃ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۵۰

کانت علیھم بردًا وسلامًا ومن امتنع ادخلھا کرھا و نحن نرجو ان یدخل عبدالمطلب واٰل بیتہ فی جملۃ من یدخلھا طائعا فینجو.لکن وردفی ابی طالب ما یدفع ذلك وھو ما تقدم من اٰیۃ براء ۃ وما فی الصحیح انہ فی ضحضاح من النار.فھٰذ شان من مات علی الکفر فلوکان مات علی التوحید لنجامن النار اصلاو الاحادیث الصحیۃ والاخبار المتکاثرۃ طافحۃ بذلك[97]۔اھ مختصرًا۔	آگ بُلند کی جائے گی اور ارشاد ہوگا اس میں جاؤ جو حکم مانے گا اور اس میں داخل ہوگا وہ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی،اور جو نہ مانے گا جبرًا آگ میں ڈالا جائے گا،اور ہمیں امید ہے کہ عبدالمطلب اور انکے گھر والے کہ قبل ظہورِ نور اسلام انتقال کرگئے وہ سب انہیں لوگوں میں ہوں گے جو اپنی خوشی سے اس امتحانی آگ میں جاکر ناجی ہوجائیں گے،مگر ابوطالب کے حق میں وہ وارد ہولیا جو اسے دفع کرتا ہے،سورہ توبہ شریف کی آیت اور حدیث صحیح کا ارشاد کہ وہ پاؤں تک کی آگ میں ہے۔یہ حال اس کا ہے جو کافر مرے،اگر اخیر وقت اسلام لاکر مرنا ہوتا تو دوزخ سے نجات کُلی چاہیے تھی،صحیح وکثیر حدیثیں کفر ابی طالب ثابت کررہی ہیں۔اھ مختصر۔

پھر فرمایا:

وقد فخر المنصور علی محمد بن عبداللہ بن الحسن لما خرج بالمدینۃ وکاتبہ المکاتبات المشھورۃ ومنھا فی کتاب المنصور وقد بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ اربعۃ اعمام فاٰمن بہ اثنان احدھما ابی وکفر بہ اثنان احدھما ابوک[98]۔	یعنی جب امام نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے خلیفہ عباسی عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مشہور بہ منصور و وانیقی پر خروج فرمایا اور مدینہ طیبہ پر تسلط کرکے خلیفہ وامیر المومنین لقب پایا اُن میں اور خلیفہ مذکور منصور میں مکاتبات مشہورہ ہوئے ازاں جملہ منصور نے ایک نامہ میں لکھا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہوئی حضور کے چار چچا زندہ تھے حمزہ وعباس وابوطالب وابولہب دو حضور پر ایمان لائے ایک ان میں میرے باپ

[97] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بیروت ۴ /۱۱۸

[98] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بیروت ۴ /۱۱۸

	ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور دو کافر رہے ایک ان میں آپ کے باپ ہیں یعنی ابوطالب۔

یہ منصور علاوہ خلیفہ و اہلبیت ہونے کے خود بھی علمائے تبع تابعین و فقہاء محدثین سے ہیں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تاریخ الخلفاء میں انہیں فقیہ النفس وجید المشارکۃ فی العلم لکھا اور فرمایا:

ولد سنة خمس وتسعین وادرك جدّہ ولم یروعنه وروی عن ابیه وعن عطاء بن یسار وعنه ولدہ المهدی[99]	وہ ۹۵ھ میں پیدا ہوا، اپنے دادا کو پایا مگر ان سے روایت نہیں کی، اپنے باپ اور عطاء بن یسار سے روایت کی اور اس سے اس کے بیٹے مہدی نے روایت کی۔ (ت)

اور امام اجل نفس زکیہ کو یوں بے تامل لکھ بھیجنا اور امام کا اس پر رد نہ فرمانا بھی بتا رہا ہے کہ کفر ابی طالب واضح و مشہور بات تھی، اصابہ میں اس کے بعد فرمایا: ومن شعر عبداللہ بن المعتز یخاطب الفاطمین ۔

وانتم بنو بنته دوننا

ونحن بنو عمه المسلم[100]

یعنی عبداللہ بن محمد بن جعفر بن محمد بن ہارون بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، یا یوں کہیے کہ چھ خلفاء کے بیٹے عبداللہ بن المعتز باللہ ابن المتوکل ابن المعتصم ابن الرشید ابن المہدی ابن المنصور کا ایک شعر بعض ساداتِ کرام کے خطاب میں ہے کہ: "تم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نواسے ہو ہم نہیں، اور ہم حضور کے مسلمان چچا کے بیٹے ہیں"۔

اِس میں بھی کفرِ ابی طالب پر صاف تعریض موجود ہے عبداللہ اہل علم و فضل سے ہیں، حدیث میں علی بن حرب معاصر امام بخاری و مسلم کے شاگرد نیز امام ممدوح کتاب الاحکام پھر امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:

نحن نرجوان یدخل عبدالمطلب	ہم امید کرتے ہیں کہ عبدالمطلب اور ان کے اہلبیت

[99] تاریخ الخلفاء احوال المنصور ابو جعفر عبداللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۸۰

[100] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابو طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

واٰل بیتہ الجنۃ الا ابا طالب فانہ ادرک البعثۃ ولم یؤمن[101] اھ باختصار۔	سب جنت میں جائیں گے سوا ابوطالب کے کہ زمانہ اسلام پایا اور اسلام نہ لائے۔

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من عجائب الاتفاق ان الذین ادرکھم الاسلام من اعمام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اربعۃ لم یسلم منھم اثنان واسلم اثنان وکان اسم من لم یسلم ینافی اسامی المسلمین وھما ابوطالب و اسمہ عبد مناف وابولھب و اسمہ عبدالعزّی بخلاف من اسلم وھما حمزۃ والعباس[102]۔	عجائب اتفاق سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چار چچا زمانۂ اسلام میں زندہ تھے، دو اسلام نہ لائے اور دو مشرف باسلام ہوئے، وہ دو کے اسلام نہ لائے ان کے نام بھی پہلے ہی سے مسلمانوں کے نام کے خلاف تھے۔ ابوطالب کا نام عبدمناف تھا اور ابولہب کا عبدالعزی، اور دو کہ مسلمان ہوئے انکے نام پاک وصاف تھے حمزہ و عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

وکذا اثرہ الزرقانی فی شرح المواہب۔

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب الدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

کان العباس اصغر اعمامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یسلم منھم الا ھو وحمزۃ[103]۔	عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب میں چھوٹے چچا تھے، حضور کے اعمام میں صرف یہ اور حضرت حمزہ مسلمان ہوئے وبس۔

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ اواخر صلوۃ اس مسئلہ کے بیان میں کہ کافر کے لیے دعائے مغفرت ناجائز ہے، آیت دوم تلاوت کرکے فرماتے ہیں:

ثبت فی الصحیحین ان سبب نزول	صحیحین میں ثابت ہوچکا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی

[101] المواھب اللدنیۃ قضیۃ نجاۃ والدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای المصنف فی المسئلۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۱۸۳، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴ /۱۱۸

[102] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب مصطفی البابی مصر ۸ /۲۹۶، شرح الزرقانی علی المواہب الدنیۃ عام الحزن وفاۃ خدیجہ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱ /۲۹۶

[103] المواھب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۱۱۱

الایۃ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابی طالب لاستغفرن لك مالم انہ عنک[104]۔	علیہ وسلم نے ابوطالب کے لیے دعائے مغفرت کی تھی۔ (یعنی یہ کہا تھا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لیے استغفار کروں گا) اس پر یہ آیت اتری۔

امام محی السنہ بغوی معالم شریف اول رکوع سورہ بقر میں زیر قولہ تعالٰی ان الذین کفروا سواء علیھم، پھر قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی مکی کتاب الخمیس میں فرماتے ہیں، کفر چار قسم ہے کفر انکار و کفر حجود و کفر عناد و کفر نفاق، کفر انکار یہ کہ اللہ عزوجل کو نہ دل سے جانے اور نہ زبان سے مانے مگر دل میں نہ جانے۔ وکفر العناد ان یعرف اللہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولایدین بہ ککفر ابی طالب حیث یقول[105]۔

ولقد علمت بان دین محمد

من خیر ادیان البریۃ دینا

لولا الملامۃ اوحذار مسبۃ

لوجدتنی سمحابذاك مبینا

یعنی کفر عنادیہ کہ اللہ تعالٰی کو دل سے بھی جانے اور زبان سے بھی کہے مگر تسلیم و گردیدگی سے باز رہے جیسے ابو طالب کا کفر کہ یہ شعر کہے۔

واللہ! میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین تمام جہان کے دین سے بہتر ہے، اگر ملامت یا طعنے سے بچنا نہ ہوتا تو تُو مجھے دیکھتا کہ میں کیسی اہل دلی کے ساتھ صاف صاف اس دین کو قبول کرلیتا۔

امام ممدوح یہ چاروں قسمیں بیان کرکے فرماتے ہیں: جمیع ھٰذہ الاصناف سواء فی ان من لقی اللہ تعالٰی بواحد منھا لایغفر لہ[106]۔ یہ سب قسمیں اس حکم میں یکساں ہیں کہ جو ان میں سے کسی قسم کا

[104] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[105] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۱، معالم التنزیل تفسیر البغوی تحت الآیۃ ۲/ ۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۱

[106] معالم التنزیل تفسیر البغوی تحت الآیۃ ۲/ ۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۱

کفر کرکے اللہ عزوجل سے ملے گا وہ کبھی اسے نہ بخشے گا۔

امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس قرآنی نے شرح التنقیح پھر امام قسطلانی نے مواہب میں کفار کی ایک قسم یوں بیان فرمائی:

من اٰمن بظاہرہ وباطنہ وکفر بعدم الاذعان للفروع کما حکی عن ابی طالب انہ کان یقول انی لاعلم ان مایقولہ ابن اخی لحق ولو لا انی اخاف ان تعیرنی نساء قریش لاتبعتہ وفی شعرہ یقول لقد علموا ان ابننا لامکذب یقیناً ولا یعزی لقول الاباطل فھذا تصریح باللسان و اعتقاد بالجنان غیر انہ لم یذعن[107]	یعنی ایک کافر وہ ہے جو قلب سے عارف زبان سے معترف ہو مگر اذعان نہ لائے جیسے ابوطالب سے مروی کہ بے شک میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو کچھ میرے بھتیجے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فرماتے ہیں ضرور حق ہے اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش کی عورتیں مجھے عیب لگائیں گی تو ضرور میں اُن کا تابع ہوجاتا اور اپنے ایک شعر میں کہا: خدا کی قسم کافران قریش خوب جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یقیناً سچے ہیں اور معاذ اللہ کوئی کلمہ خلاف حق کہنا، ان کی طرف نسبت نہیں کیا جاتا۔ تو یہ زبان سے تصریح اور دل سے اعتقاد سب کچھ ہے مگر اذعان نہ ہوا۔

امام ابن اثیر جزری نہایہ، پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

کفر عناد ھو ان یعرفہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولا یدین بہ کابی طالب[108]۔	کفر عناد یہ ہے کہ دل سے پہچانے اور زبان سے اقرار کرے مگر تسلیم وانقیاد سے باز رہے جیسے ابوطالب۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

چوں عم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوطالب	جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا ابوطالب

[107] المواہب اللدنیہ عالم الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

[108] شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ وفاۃ خدیجہ و ابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۵

بیمار شد باوجود آنکہ مشرک بود او راعیادت فرمود و دعوتِ اسلام کرد وابوطالب قبول نہ کرد اھ ملخصًا[109]۔	بیمار ہوگئے تو ان کے کافر ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے ان کی عیادت کی اور اسلام لانے کی دعوت دی جسے ابوطالب نے قبول نہ کیا۔(ت)

شیخ محقق مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر را[110]۔	حدیثِ صحیح نے کفرِ ابوطالب کو ثابت کردیا ہے۔(ت)

پھر بعد ذکر احادیث فرمایا:

و در روضۃ الاحباب نیز اخبار موت ابوطالب بر کفر آوردہ الخ[111]۔	روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں۔الخ(ت)

بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

احادیث کفرہ شھیرۃ وقد نزل فی حق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شان عمہ ابی طالب "انک لاتھدی من احببت" کمافی صحیح مسلم وسنن الترمذی وقد ثبت فی الخبر الصحیح عن الامام محمد ن الباقر کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم ووجوہ اٰبائہ الکرام ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورث طالبا وعقیلا اباھما ولم یورث علیا وجعفر اقال علی ولذا ترکنا نصیبنا فی الشعب کذا فی مؤطا الامام مالک[112]۔	حدیثیں اُس کے کفر کی مشہور ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ان کے چچا ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو جیسا کہ صحیح مسلم اور ترمذی میں ہے تحقیق امام محمد باقر، "اللہ تعالٰی نے ان کے اور ان کے آباء و اجداد کے چہرے کو مکرم بنایا"، سے خبر صحیح میں ثابت ہوچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طالب و عقیل کو ان کے باپ کا وارث بنایا مگر علی و جعفر کو وارث نہیں بنایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: اسی وجہ سے ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کردیا۔ مؤطا امام مالک میں یونہی ہے۔(ت)

---

[109] شرح سفر السعادت فصل در بیان عیادت بیماراں و نماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[110] مدارج النبوۃ وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲/ ۴۸

[111] مدارج النبوۃ وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲/ ۴۹

[112] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی منشورات الشریف رضی قم ایران ۱/ ۱۵۳و۱۵۴

یعنی کفر ابوطالب کی حدیثیں مشہور ہیں پھر اس کے ثبوت میں آیت اولیٰ کا اترنا اور حدیث دہم کفر ابی طالب کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علی و جعفر کو ترکہ نہ دلانا بیان فرمایا۔

اقول: وذکر الامام الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقع زلۃ من القلم وانما ھو الامام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما اسمعناك من المؤطا والصحیحین وغیرھا۔	میں کہتا ہوں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر قلم کی لغزش سے واقع ہوا۔ درحقیقت وہ امام زین العابدین ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جیسا کہ ہم تجھے بحوالۂ مؤطا و صحیحین وغیرہ بتا چکے ہیں۔ت)

نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض فصل الوجہ الخامس من وجوہ السب امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا:

حدیث مسلم ان ابی واباك فی النار اراد بابیہ عمہ ابا طالب لان العرب تسمی العم ابا (ملخصًا)[113]۔	حدیث مسلم میں کہ میرا اور تیرا باپ جہنم میں ہیں، باپ سے مراد آپ کے چچا ابوطالب ہیں کیونکہ عرب چچا کو باپ کہہ دیتے ہیں۔ (ملخصًا) (ت)

یعنی عرب کی عادت ہے کہ باپ کو چچا کہتے ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسی عادت پر اس حدیث میں اپنے چچا ابوطالب کو باپ کہہ کر فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

ما المانع ان یکون المراد بہ عمہ ابوطالب فکانت تسمیۃ ابی طالب ابا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شائعۃ عندھم لکونہ عمہ وکونہ رباہ وکفلہ من صغرہ اھ ملخصًا[114]۔	کون مانع ہے کہ اس حدیث میں ابوطالب مراد ہو کہ وہ دوزخ میں ہے، اُس زمانہ میں شائع تھا کہ ابوطالب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باپ کہا جاتا۔ چچا ہونے اور بچپن سے حضور اقدس کی خدمت و کفالت کرنے کے باعث۔

اقول: جس طرح ابھی ابوطالب کے شعر سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب کی بی بی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی ماں فرمایا۔

---

[113] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل الوجہ خامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۴/ ۴۱۴

[114] الحاوی للفتاوٰی مسالك الحنفاء فی والد المصطفٰی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۲۷و۲۲۸

اسی میں فرماتے ہیں:

اخرج تمام الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذاکان یوم القیٰمۃ شفعت لابی و امّی وابی طالب واخ لی کان فی الجاھلیۃ اوردہ المحب الطبری وھو من الحفاظ والفقہاء فی کتابہ ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی وقال ان ثبت فھو مؤول فی ابی طالب علی ماورد فی الصحیح من تخفیف العذاب عنہ بشفاعتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتھٰی وانما احتاج الٰی تاویلہ فی ابی طالب دون الثلثۃ ابیہ وامہ و اخیہ یعنی من الرضاعۃ لان اباطالب ادرک البعثۃ و لم یسلم والثلثۃ ماتوافی الفترۃ[115]۔	یعنی تمام الرازی نے بسند ضعیف ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں روزِ قیامت اپنے والدین اور ابو طالب اورا پنے ایک رضاعی بھائی کہ زمانہ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔امام محب طبرنی نے کہ حافظان حدیث و علمائے فقہ سے ہیں ذخائر العقبٰی میں فرمایا یہ حدیث اگر ثابت بھی ہو تو ابو طالب کے بارے میں اس کی تاویل وہ ہے جو صحیح حدیث میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت سے عذاب ہلکا ہوجائے گا۔امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ خاص ابوطالب کے باب میں تاویل کی حاجت یہ ہوئی کہ ابو طالب نے زمانہ اسلام پایا اور کفر پر اصرار رکھا بخلاف والدین کریمین وبرادر رضاعی کہ زمانہ فترت میں گزرے۔

یعنی ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ میں روز قیامت اپنے والدین اور ابوطالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کہ زمانہ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔

اقول: یہاں تاویل بمعنی بیان مراد و معنی ہے جس طرح شرح معانی قرآن کو تاویل کہتے ہیں، کفار سے تخفیف عذاب بھی حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی کی اقساط شفاعت سے ہے شفاعت کبرٰی کہ فتح باب حساب کے لیے ہے تمام جہان کو شامل وعام ہے۔امام نووی نے باآنکہ ابوطالب کو بالیقین کافر جانتے ہیں تبویب صحیح مسلم شریف میں حدیث چہارم وپنجم کا باب یوں لکھا۔

باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب والتخفیف عنہ بسببہ[116]۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ابوطالب کے لیے شفاعت اوراس کے عذاب میں تخفیف کا باب۔

[115] الحاوی للفتاوٰی مسالک الحنفاء فی والدالمصطفٰی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲ /۲۰۸

[116] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۵

امام بدرالدین زرکشی نے خادم میں ابن دحیہ سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے وہ تخفیف عذاب ہے جو ابولہب کو بروز دوشنبہ ملتی ہے۔لسرورہ بولادۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعتاقہ ثویبۃ حین بشربہ قال وانما ھی کرامۃ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔اس لیے کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی خوشی کی اور اس کا مژدہ سن کر ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔یہ حضور ہی کا فضل ہے جس کے باعث اس نے تخفیف پائی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔نقلہ فی المسالک ایضًا[117]۔(اسے مسالک میں بھی نقل کیا گیا۔ت) نیز مسالک الحنفا پھر شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے:

قدثبت فی الصحیح واخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اباطالب اھون اھل النار عذاب[118] اھ ملتقطا۔ اللھم اجرنا من عذابك الالیم بجاہ نبیّك الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلوۃ وادوم التسلیم امین والحمدللہ رب العٰلمین۔	بے شک صحاح میں ثابت ہے اور صادق مصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ ابوطالب پر سب دوزخیوں سے کم عذاب ہے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے دردناک عذاب سے بچا رؤف ورحیم نبی کے صدقے میں، آپ پر اور آپ کی آل پر بہترین درود اور دائمی سلام ہو۔اے اللہ ہماری دعا قبول فرما۔اور سب تریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔(ت)

فصل چہارم:

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زیر حدیث ہشتم فرماتے ہیں:

ھٰذا یؤذن بموتہ علٰی کفرہ وھو الحق ووھم البعض[119]۔	یعنی یہ حدیث بتاتی ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور یہی حق ہے اور اس کا خلاف وہم ہے۔

امام عینی زیر حدیث دوم وچہارم فرماتے ہیں:

[117] الحاوی للفتاوٰی بحوالہ الزرکشی مسالك الحنفاء فی والدالمصطفٰی دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۸

[118] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ وفات خدیجہ وابی طالب ۱/ ۲۹۴ والحاوی للفتاوی ۲/ ۲۲۸

[119] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اھون اھل النار عذابا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۸۴

ھذا کلہ ظاھر انہ مات علی غیر الاسلام فان قلت ذکر السھیلی انہ رای فی بعض کتب المسعودی انہ اسلم قلت مثل ھذا لایعارض مافی الصحیح[120]۔	ان سب حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ابوطالب کی موت غیر اسلامی پر ہوئی، اگر تُو کہے کہ سہیلی نے ذکر کیا کہ انہوں نے مسعودی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ابوطالب اسلام لے آئے میں کہوں گا ایسی بے سروپا حکایت احادیث صحیح بخاری کی معارض نہیں ہوسکتی۔

اقول: علاوہ بریں اگر یہ مسعودی علی بن حسین صاحب مروج ہے تو خود رافضی ہے اس کی کتاب مروج الذہب خلفائے کرام و صحابہ عظام عشرہ مبشرہ وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنہم پر صریح تبرا سے جابجا آلودہ وملوث ہے۔ لوط بن یحیٰی ابو مخنف رافضی خبیث ہالک کے اقوال و نقول بکثرت لاتا ہے جس کے مردود و تالف ہونے پر آئمہ جرح و تعدیل کا اجماع ہے اسی طرح اور رفاض و فساق وہالکین کے اخبار پر اس کی کتاب کا مدار ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح وآشکار ہے، فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنے نسخہ مروج الذہب کے ہامش پر اِس کی تنبیہ لکھ دی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ست و ہمچنیں مسعودی صاحبِ مروج الذہب وابوالفرج اصبہانی صاحبِ کتاب الاغانی وعلٰی ہذا القیاس امثال اینہارا ایں فرقہ دراعداد اہلسنت داخل کنند و بمقولات و منقولات ایشاں الزام اہلسنت خواہند[121]۔	ہشام کلبی مفسر جو کہ غالی رافضی ہے، اسی طرح مروج الذہب کا مصنف مسعودی اور ابوالفرج اصبہانی صاحبِ کتاب الاغانی اور علٰی ہذا القیاس ان جیسے دیگر رافضیوں کو یہ فرقہ، اہل سنت میں داخل کرتا ہے اور ان کے اقوال و منقولات سے اہل سنت کو الزام دینا چاہتا ہے۔ ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

القول باسلام ابی طالب لایصح قالہ ابن عساکر وغیرہ[122]۔	ابوطالب کا اسلام ماننا غلط ہے امام ابن عساکر وغیرہ نے اس کی صریح کی۔

[120] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار تحت حدیث ۳۸۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۴

[121] تحفہ اثناعشریہ باب دوم فصل دوم کید بست وسوم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱

[122] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۸۶

اسی طرح اصابہ میں ہے کماسیأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ت) علامہ شہاب نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

من الغریب مانقلہ بعضھم ان اللہ تعالٰی احیاہ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فامن بہ کابویہ واظنہ من افتراء الشیعۃ[123]۔	غرائب سے ہے یہ جو بعض نے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی نے والدین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح ابوطالب کو بھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے زندہ کیا کہ بعد مرگ جی کر مشرف باسلام ہوئے میرے گمان میں یہ رافضیوں کی گھڑت ہے۔

اقول: وضّاع کذاب رافضیوں ہی میں منحصر نہیں مگر یہ اُن کے مسلک کے موافق ہے لہٰذا اس کی وضع کا گمانِ انہیں کی طرف جاتا ہے پھر بھی بے تحقیق جزم کی کیا صورت ممکن کہ کسی اور نے وضع کی ہو، اس بناپر لفظ ظن فرمایا، ورنہ اس کے موضوع و مفتری ہونے میں توشبہ نہیں، کمالایخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) علامہ صبان محمد بن علی مصری کتاب اسعاف الراغبین میں فرماتے ہیں:

اما اعمامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاثنا عشرۃ حمزۃ العباس وھما المسلمان وابوطالب والصحیح انہ مات کافرا[124]۔	حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارہ چچا تھے، حمزہ و عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور یہی دو مشرف باسلام ہوئے اور ابوطالب اور صحیح یہی ہے کہ یہ کافر مرے۔

فصل پنجم:

شرح مقاصد وشرح تحریر پھر ردالمحتار حاشیہ درمختار باب المرتدین میں ہے:

المصر علی عدم الاقرار مع المطالبۃ بہ کافر وفاقا لکون ذلك من امارات عدم التصدیق ولھذا اطبقوا	جس سے اقرارِ اسلام کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اقرار نہ کرنے پر اصرار رکھے بالاتفاق کافر ہے کہ یہ دل میں تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے۔

[123] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۲۱۰

[124] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی علی ہامش نور الابصار دار الفکر بیروت ص ۹۴

علیٰ کفر ابی طالب[125]۔	اسی واسطے تمام علماء نے کفرِ ابی طالب پر اجماع کیا ہے۔

مولانا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اذا امربها وامتنع وابٰی عنها کابی طالب فهو کافر بالاجماع[126]۔	جسے شہادت کلمہ اسلام کا حکم دیا جائے اور وہ باز رہے اور ادائے شہادت سے انکار کرے جیسے ابوطالب، تو وہ بالاجماع کافر ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اُس شخص کے بارے میں جو قلب سے اعتقاد رکھتا تھا اور بغیر کسی عذر ومانع کے زبان سے اقرار کی نوبت نہ آئی، علماء کا اختلاف کہ یہ اعتقاد بے اقرار اُسے آخرت میں نافع ہوگا یا نہیں، نقل کرکے فرماتے ہیں۔

قلت لکن بشرط عدم طلب الاقرار منه فان ابی بعد ذٰلك فکافر اجماعا لقضیة ابی طالب[127]۔	یعنی یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ اس سے اقرار طلب نہ کیا گیا ہو اور اگر بعد طلب باز رہے جب تو بالاجماع کافر ہے۔ابو طالب کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔

اُسی کی فصل ثانی باب اشراط الساعۃ میں ہے:

ابوطالب لم یؤمن عند اهل السنة[128]۔	اہل سنت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

مشائخ حدیث وعلمائے سنت بریں اند کہ ایمان ابوطالب ثبوت نہ پذیر فتہ ودر صحاح احادیث ست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در وقتِ وفات وے بر سر دے آمدو	مشائخ حدیث اور علماءِ اہلسنت کا مؤقف یہ ہے کہ ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں ہے، صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ ابوطالب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسکے

[125] ردالمحتار کتاب السیر باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۸۳و۲۸۴

[126]

[127]

[128] مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الفتن حدیث ۵۴۵۸ المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۹/ ۳۶۰

عرض اسلام کرد وے قبول نہ کرد[129]۔	پاس تشریف لائے اور سلام پیش فرمایا مگر اس نے قبول نہیں کیا۔ت)

فصل ششم:

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی القراء ام القرٰی میں ابوطالب کی بیت مروی صحیح بخاری کہ ہم نے شروع جواب میں ذکر کی لکھ کر فرماتے ہیں:

ھذا البیت من جملۃ قصیدۃ لہ فیھا مدح عجیب لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اخذا الشیعۃ منھا القول باسلامہ[130]۔	یہ بیت ابوطالب کے ایک قصیدہ کا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عجب نعت ہے، یہاں تک کہ رافضیوں نے اس سے ابوطالب کا مسلمان ہونا اخذ کرلیا۔

پھر فرماتے ہیں:

صرائح الاحادیث المتفق علٰی صحتھا ترد ذٰلک[131]۔	لیکن صاف اور روشن حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسلام ابوطالب کو رَد کررہی ہیں۔

علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں روایت ضعیفہ ابن اسحٰق کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب مع اپنے جوابوں کے آتی ہے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

بھذا احتج الرفضۃ ومن تبعھم علٰی اسلامہ[132]۔	رافضی اور جو اُن کے پیرو ہوئے وہ اسی روایت سے ابوطالب کے اسلام پر سند لاتے ہیں۔

انوار التنزیل وارشاد العقل میں زیر آیہ کریمہ "انک لاتھدی من احببت" فرمایا:

الجمھور علی انھا نزلت فی ابی طالب[133]۔	جمہور آئمہ کے نزدیک یہ آیت دربارہ ابوطالب اُتری۔

---

[129] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان عیادت بیماراں ونماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[130] افضل القرٰی القراء ام القرٰی تحت البیت ۴۵ المجمع الثقافی ابوظہبی ۱/ ۲۸۶

[131] افضل القرٰی القراء ام القرٰی تحت البیت ۴۵ المجمع الثقافی ابوظہبی ۱/ ۲۸۶

[132] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ خدیجہ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

[133] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آلایۃ ۲۸/ ۵۶ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۹۸

علامہ خفاجی اِس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

اشارۃ الی الردعلی بعض الرفضۃ اذ ذھب الی اسلامه[134]۔	یہ اشارہ ہے بعض رافضیوں کے رَد کی طرف کہ وہ اسلامِ ابو طالب کے قائل ہیں۔

اصابہ میں ہے:

ذکر جمع من الرفضۃ انه مات مسلما[135]، قال ابن عساکر فی صدر ترجمته قیل انه اسلم ولایصح اسلامه مختصر[136]۔	رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ابو طالب مسلمان مرے۔ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شروع تذکرہ ابوطالب میں فرمایا بعض اسلام ابو طالب کے قائل ہوئے اور یہ صحیح نہیں مختصر۔

زرقانی میں ہے:

الصحیح ان ابا طالب لم یسلم،و ذکر جمع من الرفضۃ انه مات مسلما وتمسکوا باشعار واخبار واھیۃ تکفل بردھافی الاصابۃ[137]۔	صحیح یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان نہ ہوئے،رافضیوں کی ایک جماعت نے اُن کا اسلام پر مرنا مانا اور کچھ شعروں اور واہیات خبروں سے تمسک کیا جن کے رَد کا امام حافظ الشان نے اصابہ میں ذمہ لیا۔

نسیم فصل کیفیۃ الصلوۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتسلیم میں ہے:

ابو طالب توفی کافرا وادعاء بعض الشیعۃ انه اسلم لا اصل له[138]۔	ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور بعض رافضیوں کا دعوی باطلہ کہ وہ اسلام لائے محض بے اصل ہے۔

شیخ محقق شرح صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

---

[134] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت آلایۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷ /۳۰۹

[135] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابو طالب دار صادر بیروت ۴ /۱۱۶

[136] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۸۹۴۰ ابو طالب دار احیاء التراث العربی ۷۰ /۲۲۸

[137] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفتہ بیروت ۳ /۲۷۴

[138] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳ /۴۸۴

شیخ ابن حجر در فتح الباری میگوید معرفت ابوطالب بہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در بسیاری از اخبار آمدہ و تمسک کردہ بدان شیعہ بر اسلام وے و استدلال کردہ اند بر دعوی خود بچیزے کہ دلالت ندارد برآں[139]۔	شیخ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی معرفت حاصل تھی۔اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں جن کو شیعہ اسلامِ ابو طالب کی دلیل بتاتی ہیں اور انے دعوی پر جس چیز اسے استدلال کرتے ہیں وہ اُن کے دعوی پر دلالت نہیں کرتی۔ت)

اسی میں ہے:

مخفی نماند کہ صحتِ اسلام ابوین بلکہ سائر آبائے دے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشہورست و شیعہ اسلامِ ابوطالب رانیز ازیں قبیل دانند[140] اھ مختصراً۔	پوشیدہ نہ رہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین بلکہ تمام آباء واجداد کے اسلام کا صحیح ہونا مشہور ہے، اور شیعہ اسلامِ ابوطالب کو بھی اسی قبیل سے سمجھتے ہیں اھ اختصار (ت)

فصل ہفتم:

الحمدُ للہ کلام اپنی نہایت کو پہنچا بعد اس قدر نصوص علیہ وجلیہ قرآن وحدیث وارشاداتِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین وآئمہ قدیم وحدیث کے منصف کو چارہ نہیں مگر تسلیم اور شبہات کا حصہ نہیں مگر فنائے عمیم پھر بھی تبیین مرام وتسکین اوہام مناسب مقام، عمرو نے آٹھ شبہے ذکر کیے اور نواں کہ اگر شبہہ کہنے کے بھی کچھ قابل ہے تو وہی ہے اس سے متروک ہوا ہم اُن سب کو ذکر کرکے بتوفیق اللہ تعالٰی اظہار جواب وابانتِ صواب کریں۔

شبہہ اولٰی __ کفالت __ اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں بالیقین مگر کفالت نبی مستلزم اطاعتِ نبی نہیں، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًاؕ" الایۃ[141]۔	تو اُسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو، الآیۃ (ت)

[139] سفر السعادت فصل دربیان عیادت بیماران الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹
[140] سفر السعادت فصل دربیان عیادت بیماران الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۵۰۔۲۴۹
[141] القرآن الکریم ۲۸/ ۸

قال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"قَالَ اَلَمۡ نُرَبِّكَ فِيۡنَا وَلِيۡدًا وَّلَبِثۡتَ فِيۡنَا مِنۡ عُمُرِكَ سِنِيۡنَ ۝" [142]۔	بولا کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے۔(ت)

شبہہ ثانیہ ____ نصرتِ وحمایت ____ نقول: ضرور مگر مدعا سے دور، رافضی اس سے دلیل لائے اور علمائے سنت جواب دے چکے۔ اصابہ میں فرمایا:

استدل الرافضی بقول اللہ تعالٰی "فالذین اٰمنوا بہ و عزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذی معہ اولئك ھم المفلحون" قال وقد عزرہ ابوطالب بما اشتھر و علم ونابذ قریشا وعاداھم بسببلہ مما لایدفعہ احد من نقلۃ الاخبار فیکون من المفلحین انتھی وھذا مبلغھم من العلم وانا نسلم انہ نصرہ وبالغ فی ذلك لکنہ لم یتبع النور الذی معہ وھو الکتاب العزیز الداعی الی التوحید ولا یحصل الفلاح الا بحصول ما رتب علیہ من الصفات کلھا [143]۔	یعنی اسلامِ ابی طالب پر رافضی اس آیت سے دلیل لایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے "جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کی نصرت ومدد کی اور جو نورِ اس نبی کے ساتھ اتارا گیا اس کے پیرو ہوئے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔ رافضی نے کہا: ابوطالب کی مدد و نصرت مشہور و معروف ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے قریش سے مخالفت کی عداوت باندھ لی جس کا کوئی راوی اخبار انکار نہ کرے گا تو وہ فلاح پانے والوں میں ٹھہرے۔ رافضیوں کے علم کی رسائی یہاں تک ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے ضرور نصرت کی اور بدرجہ غایت کی مگر اس نور کا اتباع نہ کیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اترا یعنی قرآن مجید داعی توحید اور فلاح تو جب ملے کہ جتنی صفات پر اسے مرتب فرمایا ہے سب حاصل ہوں۔

[142] القرآن الکریم ۲۶/۱۸

[143] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

اقول: اولاً یہ نصرت وحمایت کا قصہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہو چکا، عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ابوطالب چنیں و چناں کرتا اسے کیا نفع ملا؟ جواب جوارشاد ہوا۔ حدیث چہارم میں گزرا۔

ثانیاً: بلکہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما پر خود رب العزت جواب دے چکا کہ اوروں کو نبی کی ایذا سے روکتے اور خود ایمان لانے سے بچتے ہیں، دیکھو آیت وحدیث سوم۔

ثالثاً: اعتبار خاتمہ کا ہے "انما الاعمال بالخواتیم"[144]۔ (اعمال کا دارو مدار خاتموں پر ہے۔ت) جب ابوطالب کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت تو اب اگلے قصّے سنانا اور گزشتہ کفالت و نصرت سے دلیل لانا محض ساقط۔ صحاح ستہّ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک حدیثِ طویل میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"فواللہ الذی لا الٰہ غیرہ ان احدکم لیعمل بعمل اھل الجنۃ حتی مایکون بینہ وبینھا الاذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فیدخل النار"[145]۔	قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں تم میں کوئی شخص جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہی اتنے میں تقدیر غالب آجاتی ہے کہ وہ دوزخیوں کے کام کرکے دوزخ میں جاتا ہے۔ (والعیاذ باللہ رب العالمین)۔

رابعاً: نہ صرف اسلام مستلزم اسلام نہ ثبوت خاص نہ ثبوت عام، صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی غزوہ خیبر میں ایک مدعی اسلام نے ہمراہ رکاب اقدس سخت جہاد اور کافروں سے عظیم قتال کیا، صحابہ اس کے مداح ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخی ہے۔ اس پر قریب تھا کہ بعض لوگ متزلزل ہوجاتے۔ (یعنی ایسے عالی درجہ کے عمدہ کام ایسی جلیل و جمیل نصرت اسلام اور اس پر ناری ہونے کے احکام) بالاخر خبر پائی کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوا درد کی تاب نہ لا یارات کو اپنا گلا کاٹ کر مرگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[144] مسند احمد بن حنبل حدیث سھل بن سعد المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۳۵

[145] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قولہ تعالٰی ولقد سبقت کلمتنا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۱۰، صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۲، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب القدر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۲

"انہ لا یدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ وان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر "[146]۔	بے شک جنت میں کوئی نہ جائے گا مگر مسلمان جان، اور بے شک اللہ اس دین کی مدد کرتا ہے فاسق کے ہاتھ پر۔

اسی کے قریب طبرانی نے کبیر میں عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ نسائی و ابن حبان حضرت انس بن مالک اور احمد و طبرانی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند جید راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یؤید ھٰذا الدین باقوام لا خلاق لھم[147]۔	بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے فرماتا ہے جن کا کوئی حصہ نہیں۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لیؤید الاسلام برجال ماھم من اھلہ[148]۔	بے شک اللہ تعالٰی اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کراتا ہے جو خود اہلِ اسلام سے نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ت)

شبہہ ثالثہ ____ محبت ____ اقول: بے شک مگر حد طبعی تک جیسے چچا کو بھتیجے سے چاہیے اور بھتیجے بھی کیسے کہ حقیقی بھائی نوجوان گزرے ہوئے کی اکلوتی نشانی، پھر اس پر جمال صورت و کمال سیرت وہ کہ اپنے تو اپنے غیر دیکھیں تو فدا ہو جائیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاندان ہاشمی ایک اسی چراغ محمود و شمع بے دُود سے روشن تھا۔ خاندانی حمیت ہر عاقل کو ہوتی ہے خصوصًا عرب خصوصًا قریش خصوصًا بنی ہاشم میں اس کے عظیم مادہ و لہٰذا جب آیہ کریمہ "فَاصْدَعْ

---

[146] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۴، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۲

[147] کنز العمال برمز ن حب و حم طب عن ابی بکرۃ حدیث ۲۸۹۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۴

[148] کنز العمال برمز طب عن ابن عمرو حدیث ۲۸۹۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۴

بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ﴿۹۴﴾"[149]۔ (تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ت) نازل ہوئی اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علانیہ دعوتِ اسلام شروع کی اشرافِ قریش جمع ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ تمام عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے بڑھ کر اچھی اٹھان والا لڑکا ہم سے لے لو اُسے بجائے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پرورش کرو اور انہیں ہم کو دے دو، اور اسی ارادہ فاسد پر عمارہ بن ولید کو لے کر گئے تھے کہ ابوطالب نے مانا تو اسے انہیں دے دیں گے، ابوطالب نے کہا:

"واللّٰہ لبئس ماتسوموننی اتطوننی ابنکم اغذوہ لکم واعطیکم ابنی تقتلونہ ھذا واللّٰہ مالا یکون ابدا حین تروح الابل فانہ حنت ناقۃ الی غیر فصیلھا دفعتہ الیکم"۔ لخصناہ حدیث ابن اسحٰق ذکرناہ بلاغا ومن حدیث مقاتل ذکرہ فی المواھب[150]	خدا کی قسم کیا بُری گاہکی میرے ساتھ کر رہے ہو، کیا تم اپنا بیٹا مجھے دو کہ میں تمہارے لیے اسے کھلاؤں پرورش کروں اور میں اپنا بیٹا تمہیں دے دوں کہ تم اسے قتل کرو، خدا کی قسم یہ کبھی ہونی نہیں، جب اُونٹ شام کو نکلتے ہیں تو اگر کوئی ناقہ اپنے بچے کو چھوڑ کر دوسری کی طرف میل کرتی ہو تو میں بھی تم سے اپنا بیٹا بدل لوں۔ (ہم نے اس کو حدیث ابن اسحٰق سے ملخص کیا جسے انہوں نے مفصل بیان کیا اور ہم نے ملخص کیا اور حدیث مقاتل سے جس کو مواہب میں ذکر کیا گیا ہے۔ت)

ابوطالب نے صاف بتادیا کہ ان کی محبت وہی ہے جو انسان تو انسان حیوان کو بھی اپنے بچے سے ہوتی ہے، ایسی محبت ایمان نہیں، ایمان حُبِّ شرعی ہے، ابوطالب میں اس کی شان نہیں، محبت شرعی وایمانی ہوتی تو نار کو عار پر اختیار اور دمِ مرگ کلمہ طیبہ سے انکار اور ملتِ جاہلیت پر اصرار کیوں ہوتا۔ امام قسطلانی ارشاد الساری میں فرماتے ہیں:

[149] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

[150] المواھب اللدنیۃ

قد کان ابوطالب یحوطه صلی الله تعالٰی علیه وسلم و ینصره ویحبه حبا طبعیا لاشرعیا فسبق القدر فیه واستمر علی کفره ولله الحجة السامیة[151]۔	یعنی ابو طالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نصرت وحمایت سب کچھ کی، طبعی محبت بہت کچھ رکھی۔ مگر شرعی محبت نہ تھی، آخر تقدیرِ الٰہی غالب آئی اور معاذ اللہ کفر پر وفات پائی اور اللہ ہی کے لیے ہے حجت بُلند۔

نسیم الریاض میں ہے:

حنونه علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ومحبته له امر مشهور فی السیر وکان یعظمه ویعرف نبوته ولکن لم یوفقه الله للاسلام و فی الامتناع ان فیه حکمة خفیة من الله تعالٰی لانه عظیم قریش لایمکن احد منهم ان یتعدی علی ما فی جواره فکان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی بدء امره فی کنف حمایته یذبهم عنه کما قال:؎ والله لن یصلوا الیك بجمعهم حتی اوسد فی التراب دفینا فلو اسلم لم یکن له ذمة عندهم ولذا لم یکن له صلی الله علیه علیه وسلم بعد موته بد من الهجرة[152]	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کی مہر ومحبت مشہور ہے اور تعظیم ومعرفت نبوت معلوم، مگر اللہ تعالٰی نے مسلمان ہونے کی توفیق نہ دی، اور کتاب الامتناع میں فرمایا: ابوطالب کے مسلمان نہ ہونے میں اللہ تعالٰی کی ایک باریک حکمت ہے وہ سردارِ قریش تھے کوئی ان کی پناہ پر تعدی نہ کر سکتا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں ان کی حمایت میں تھے وہ مخالفوں کو حضور سے دفع کرتے تھے، خود ایک شعر میں کہا ہے۔ خدا کی قسم تمام قریش اکٹھے ہوجائیں تو حضور تک نہ پہنچ سکیں گے جب تک میں خاک میں دبا کر لٹا نہ دیا جاؤں۔ تو اگر وہ اسلام لے آتے قریش کے نزدیک ان کی پناہ کوئی چیز نہ رہتی، آخر ان کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہجرت ہی فرمانی ہوئی۔

[151] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصّہ ابی طالب دار الکتاب العربی بیروت ۶ /۲۰۱

[152] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱ /۲۱۰

اقول: قربِ انتقال تک اسلام نہلانے کی یہ حکمت ہوسکتی ہے، مرتے وقت کفر پر اصرار کی حکمت اللہ جانے یا اس کا رسول، شاید اس میں
اوّلاً: یہ نکتہ ہو کہ اگر اسلام لا کر مرتے مخالف گمان کرتے کہ اللہ کے رسول نے ہمارے ساتھ معاذاللہ فریب برتا، اپنے چچا کو مسلمان تو کرلیا تھا مگر پناہ وذمہ رکھنے کے لیے ظاہر نہ ہونے دیا جب اخیر وقت آیا کہ اب وہ کام نہ رہا ظاہر کروایا۔

ثانیاً: اُن مسلمانوں کی تسکین بھی ہے جن کے بزرگ حالتِ کفر میں مرے جس کا پتا حدیث ان ابی و اباك[153]۔ دیتی ہے اوّل ناگوار ہوا جب اپنے چچا کو شامل فرمایا سکون پایا۔

ثالثاً: مسلمانوں کے لیے اُسوہ حسنہ قائم فرمانا کہ اپنے اقارب جب خدا کے خلاف ہوں اُن سے براءت کریں مرنے پر جنازہ میں شریک نہ ہوں، نماز نہ پڑھیں، دُعائے مغفرت نہ کریں کہ جب خود اپنے حبیب کو منع فرمایا تو اوروں کی کیا گنتی۔

رابعاً: عمل میں اخلاص للہ و خوف وانقیاد کی ترغیب اور محبوبانِ خدا سے نسبت پر بھول بیٹھنے سے ترہیب، جب ابوطالب کو ایسی نسبت قریبہ بان کارہائے عجیبہ بوجہ نامنقادی کام نہ آئی تو اور کیا چیز ہے۔

"الی غیر ذلك مما اللہ ورسولہ بہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" (اس کے علاوہ دیگر وجوہ جنہیں اللہ تعالٰی جل جلالہ اور سول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ت)

شبہہ رابعہ ____ نعت شریف ____ اقول: یہ تو اور حجت الٰہیہ قائم ہونا ہے جب ایسا جانتے ہو پھر کیوں نہیں مانتے یہود عنود قبلِ طلوعِ شمس رسالت کیا کچھ نعت و مدحت نہ کرتے جب کوئی مشکل آتی مصیبت منہ دکھاتی حضور سے توسّل کرتے جب دشمن کا مقابلہ ہوتا دُعا مانگتے۔

اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراتہ[154]۔	الٰہی ہمیں اُن پر مدد دے صدقہ نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم توارت میں پاتے ہیں۔

پھر جان کر نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہوا یہ جو قرآن عظیم نے فرمایا:

"وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى	اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا تو اسے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی

[153] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۴
[154] البحر المحیط تحت الآیۃ ۲/ ۷۹ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰۳

الْكٰفِرِيْنَ۝۸۹ "[155]۔	لعنت ہو منکروں پر۔(ت)

اصابہ میں فرماتے ہیں:

اماشهادة ابی طالب بتصديق النبی صلی الله تعالٰی عليه سلم فالجواب عنه وعما ورد من شعر ابی طالب فی ذلك انه نظير ماحكی الله تعالٰی عن كفار قريش "وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلمًا وعلوا فكان كفرهم عنادا ومنشؤه من الانفة والكبر والٰی ذلك اشار ابوطالب بقوله لولا ان تعيرنی قريش"۔[156]	یعنی ابوطالب کے ان اشعار وغیرہا(جن میں تصدیق نبی کی شہادت ہے)کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی قبیل سے ہے جو قرآن عظیم نے کفار کا حال بیان فرمایا کہ براہ ظلم و تکبر منکر ہوتے اور دل میں خوب یقین رکھتے ہیں تو یہ کفر عناد ہوا اور اس کا منشاء تکبر اور اپنے نزدیک بڑی ناک والا ہونا ہے خود ابوطالب نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا تو اسلام لے آتا۔

شبہہ خامسہ____حضور کا استغفار فرمانا____اقول: اوّلًا اس کا جواب خود رب الارباب جل جلالہ، دے چکا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قید لگادی تھی مالم انہ عند تیرے لیے استغفار فرماؤں گا جب تک منع نہ کیا جاؤں گا۔ رب العزۃ جل جلالہ نے منع فرمادیا اب اس سے استناد خرط القتاد۔

ثانیًا: خود یہ وعدہ ہی کلمہ طیبہ سے انکار سُن کر ارشاد ہوا تھا۔ دیکھو حدیث دوم، پھر اسے دلیلِ اسلام ٹھہرانا عجب ہے۔

شبہہ سادسہ____حکایت جامع الاصول____اقول: سید اہلبیت رضی اللہ تعالٰی عنہم مولٰی کرم اللہ وجہہ الکریم ابوطالب کو مشرک کہتے باوصف حکم اقدس غسل وکفن میں تامل عرض کرتے سیّد السادات سیّد الکائنات علیہ وآلہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات اسے مقرر رکھتے، جنازہ میں شرکت سے باز رہتے، سیدنا جعفر بن ابی طالب وامیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بوجہ اسلام ترکہ کفار سے محرومی پاتے، سید امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کی وجہ کفرِ ابی طالب بیان فرماتے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ختن اہل بیت اسے کافر کا ترکہ مومن کو نہ ملنے کی دلیل

---

[155] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[156] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابو طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

ٹھہراتے۔ سیدنا عباس عمّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے حال سے سوال کرکے وہ جواب پاتے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت "وان یھلکون الا انفسھم " کا ابوطالب کے حق میں نزول بتاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہشتم اور اُمّ المومنین ام سلمہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث ہفتم امیر المومنین علی برادرِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث پانزدہم روایت فرماتے ہیں: یہ سروران وسرداران اہل بیت کرام ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ان کے بعد وہ کون سے اہلبیت قائلِ اسلام ابوطالب ہوئے، کیا قرآن وحدیث واطباق ائمہ قدیم وحدیث کے مقابل ایسی حکایات بے زمام وخطام کچھ کام دے سکتی ہیں، حاشا، لاجرم شیخ محقق مدارج النبوت میں فرماتے ہیں:

از اعمام پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر حمزہ وعباس مسلمان نہ شدہ اند وابوطالب وابولہب زمانِ اسلام را دریافتہ اما توفیق اسلام نیافتہ جمہور علماء برین اند وصاحبِ جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہلبیت آن ست کہ ابوطالب مسلمان از دنیا رفتہ واللہ اعلم بصحتہ کذا فی روضۃ الاحباب [157]۔	پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچوں میں سے حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا کوئی مسلمان نہ ہوا، ابو طالب وابولہب نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام لانے کی توفیق نہ پائی۔ جمہور علماء کا موقف یہی ہے، اور صاحبِ جامع الاصول نے ذکر کیا ہے کہ اہل بیت کا گمان یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان ہو کر دنیا سے گئے ہیں، اس کی صحت کا حال اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، یونہی روضۃ الاحباب میں ہے۔ (ت)

اقول: علماء کا جابجا کفرِ ابی طالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلام ابی طالب کا قول مزعوم روافض بتانا، جس کے نقول اگلے فصول میں مذکور ومنقول، اس حکایت بے سروپا کے رد کو بس ہے، کیا باوصف خلافِ ائمہ اہلبیت اجماع منعقد ہوسکتا یا معاذ اللہ ان کا خلاف لایعتد بہ ٹھہرا کر دعوی اتفاق فرمادیا جاتا اور جب خود اپنے ائمہ کرام میں خلاف حاصل تو جانب اجانب اعنی روافض قصر نسبت پر کیا حامل، پس عند التحقیق یہ حکایت بے اصل اور محکی عنہ معدوم وباطل، ہاں اگر سادات زیدیہ کہ ایک فرقہ روافض ہے مراد ہوں تو عجب نہیں اور شبہہ زائل۔

---

[157] مدارج النبوۃ باب سوئم در ذکر اعمام النبی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۹۰

شبہہ سابعہ ____ عبارت شرح سفر السعادۃ ____ اقول: یہ تہمت محض ہے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتیں خود اسی شرح صراط المستقیم وغیرہ تصانیف سے اوپر گزرچکیں جو اس کی تکذیب کو بس ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں: حدیث صحیح ابوطالب کا کفر ثابت کرتی ہے علمائے اہل سنت ابوطالب کا کفر مانتے ہیں شیعہ انہیں مسلمان جانتے ہیں انکے دلائل مردود و باطل ہیں۔ان سب تصریحات کے بعد توقف کا کیا محل، ہاں یہ عبارت مدارج شریف میں نسبت آباء و اجداد حضور سید انام علیہ افضل الصلوۃ والسلام تحریر فرمائی ہے۔

حیث قال متاخران ثابت کردہ اندکہ آباء واجداد آن حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پاک ومصفا بودند از دنس شرک وکفر باری کم ازاں نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگاہ دارند[158]۔	جہاں فرمایا کہ متاخرین نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء واجداد شرک وکفر باری تعالٰی کی میل کچیل سے پاک وصاف ہیں کم از کم اس مسئلہ میں انہوں نے توقف کیا ہے اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔(ت)

شبہہ ثامنہ ____ وصیت نامہ ____ اقول: اولاً: وہ ایک حکایت منقطعہ ہے جس کا منتہائے سند ایک رافضی غالی، مواہب شریف میں جس سے عمرو ناقل یہ وصیت نامہ یوں منقول:

حکی عن ھشام بن السائب الکلبی اوابیہ انہ قال لما حضرت ابا طالب الوفاۃ جمع الیہ وجوہ قریش[159] الخ	یعنی ہشام بن سائب کلبی کوفی یا اس کے باپ کلبی سے حکایت کی گئی کہ ابوطالب نے مرتے وقت عمدگان قریش کو جمع کرکے وصیت کی۔

ہشام وکلبی دونوں رافضی مطعون ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے:

قال البخاری ابوالنضر الکلبی ترکہ یحیی وابن مھدی قال علی ثناء یحیی عن سفین قال الکلبی کلما حدثتك عن ابی صالح فھو کذب، و قال یزید بن زریع ثناء الکلبی	امام بخاری نے فرمایا ابو نضر کلبی کو امام یحیٰی بن معین وامام عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسے متروک کیا۔امام سفین فرماتے ہیں۔مجھ سے کلبی نے کاہ جتنی حدیثیں میں نے آپ کے سامنے ابوصالح سے روایت کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں، ی زید بن زریع نے کہا: کلبی رافضی

[158] مدارج النبوۃ باب سوم وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۴۹

[159] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

وکان سبائیا قال الاعمش اتق ھذہ السبائیة فانی ادرکت الناس وانما یسمّونھم الکذابین، التبوذکی سمعت ھما ما یقول سمعت الکلبی یقول انا سبائی عن ابی عوانة سمعت الکلبی یقول انا سبائی عن ابی عوانة سمعت الکلبی یقول کان جبرئیل یملی الوحی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فلما دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الخلاء جعل یملی علی علیٍّ، قال الجوز جانی وغیرہ کذاب وقال الدار قطنی و جماعة متروك وقال ابن حبان مذھبه فی الدین و وضوع الکذب فیه اظھر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفه لایحل ذکرہ فی الکتاب فکیف الاحتجاج به اھملتقطا"۔[160]	تھا۔امام سلیمٰن اعمش تابعی نے فرمایا کہ ان رافضیوں سے بچو، میں نے علماء کو پایا کہ ان کا نام کذاب رکھتے تھے تبوذکی کہتے ہیں میں نے ہمام سے سُنا وہ کہتی ہیں میں نے خود کلبی کو کہتے سنا کہ میں رافضی ہوں۔ابو عوانہ کہتے ہیں کلبی نے میرے سامنے کہا کہ جبرئیل نبی کو وحی لکھاتے تھے جب حضور بیت الخلاء کو تشریف لے جاتے تو مولیٰ علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کو لکھانے لگتے۔جوزجانی وغیرہ نے کہا۔کلبی کذاب ہے،دارقطنی اور ایک جماعت علماء نے کہا: متروک ہے۔ابن حبّان نے کہا اس کا مذہب دین میں اور اس میں کذب کا وضوع ایسا روشن ہے کہ محتاج بیان نہیں کتابوں میں اس کا ذکر کرنا حلال نہیں اور نہ اس سے سند لانا اھ ملتقطًا۔

اُسی میں ہے:

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی قال احمد بن حنبل انما کان صاحب سمر و نسب ماظننت ان احدا یحدث عنه وقال الدارقطنی وغیرہ متروك وقال ابن عساکر رافضی لیس بثقة۔[161]	امام احمد نے کلبی کے بیٹے ہشام کی نسبت فرمایا: وہ تو یہی کچھ کہانیاں کچھ نسبت نامے جانتا تھا مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی اس سے حدیث روایت کرے گا۔امام دارقطنی وغیرہ نے فرمایا: متروک ہے۔امام ابن عساکر نے کہا: رافضی نامعتمد ہے۔

ثانیًا: خود اُسی وصیت نامہ میں وہ لفظ منقول جن میں صاف اپنے حال کی طرف اشارہ ہے کہ اُن حاضرین سے کہا:

[160] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴ محمد بن سائب الکلبی دار المعرفة بیروت ۳ /۵۵۷تا۵۵۹

[161] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۲۳۷ ھشام بن محمد السائب دار المعرفة بیروت ۴ /۳۰۴

قد جاء بامر قبله الجنان وانکره اللسان مخافة الشنأن[162]۔	محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس وہ بات لے کر آئے جسے دل نے مانا اور زبان نے انکار کیا اس خوف سے کہ لوگ دشمن ہو جائیں گے۔

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لما تعیرونه به من تبعیته لابن اخیه[163]۔	یعنی وہ خوف یہ ہے کہ تم عیب لگاؤ گے کہ وہ اپنے بھتیجے کا تابع ہو گیا۔

یعنی بھتیجا تو بیٹے کی مثل ہے انہیں امام بناتے آپ غلام بنتے عار آتی ہے، تم طعنہ کرو گے اس لیے اسلام سے انکار ہے اگرچہ دل پر اُن کا صدق آشکار ہے۔

ثالثًا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں اُن سے بعض وصایا ضرور منقول مگر جب اوروں کو وصیت ہو خود جاہلی حمیت ہو تو اس سے کیا حصول۔ **قال اللہ تعالٰی:**

"كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝" [164]۔	اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہ کہو اور نہ کرو۔

تندرستی میں بھی یہی برتاؤ تھا کہ اوروں کو ترغیب دینا اور آپ بچنا وہی انداز وقتِ مرگ برتا۔ اصابہ میں فرمایا:

وهو امر ابی طالب ولدیه باتباعه فترکه ذلك هو من جملة العناد وهو ایضًا من حسن نصرته له و ذبه عنه و معاداته قومه بسببه[165]۔	رہا یہ کہ ابو طالب کا اپنے بیٹوں حیدر کرار و جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہنا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی کرو تو خود اس کا ترک کرنا یہ عناد میں سے ہے اور یہ ترغیب پیروی بھی اُن کی اُسی خوبی مدد وحمایت اور حضور کے باعث اپنی قوم سے مخالفت ہی میں داخل ہے۔

[162] المواہب اللدنیہ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

[163] شرح الزرقانی المواہب اللدنیة وفاۃ خدیجة و ابی طالب دار المعرفة بیروت ۱/ ۲۹۵

[164] القرآن الکریم ۶۱/ ۳

[165] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء القسم الرابع ابو طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

یعنی جہاں وہ سب کچھ تھا این ہم بر علم ایمان بے اذعان ملنا کیا امکان، ولہذا علمائے کرام جہاں ابوطالب سے یہ امور نقل فرماتے ہیں وہیں موت علی الکفر کی بھی تصریح کر جاتے ہیں اسی مواہب اللدنیہ اور اُن کی دوسری کتاب ارشاد الساری کے کتنے کلمات اوپر گزرے۔ مجمع البحار میں ہے:

فی العاشرة دناموت ابی طالب فوصی بنی المطلب باعانته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ومات فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنه ان عمك الضال قدمات قال فاغسله وکفنه وواره غفر اللہ له فجعل یستغفرله ایاماحتی نزل "مکان للنّبی"[166]۔	یعنی نبوت سے دسویں سال ابو طالب کو موت آئی بنی عبدالمطلب کو مددگاری نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کرکے مرگئے۔ اس پر مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے عرض کی: حضور کا چچا مرگیا۔ فرمایا: نہلا کفنا کر دبا دے اللہ اُسے بخشے۔ دعائے مغفرت فرماتے رہے یہاں تک کہ آیت اتری نبی کو روا نہیں کہ مشرکوں جہنمیوں کی بخشش مانگے۔

علامہ حفنی حاشیہ شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں:

"قال القرطبی فی المفهم کان ابو طالب یعرف صدق رسول اللہ تعالٰی علیه وسلم فی کل مایقوله ویقول لقریش تعلمون واللہ ان محمدا لم یکذب قط و یقول لا بنه علی اتبعه فانه علی الحق غیرانه لم یدخل فی الاسلام ولم یزل علی ذلك حتی حضوته الوفاة فدخل علیه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم طامعًا فی اسلامه حریصًا علیه باذلا فی ذلك	یعنی امام قرطبّی نے مفہم شرح صحیح مسلم میں فرمایا: ابوطالب خوب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں سب حق ہے قریش سے کہتے خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کوئی کلمہ خلافِ واقع نہ فرمایا اپنے بیٹے علی کرم اللہ وجہہ سے کہتے ان کے پیرو رہنا کہ یہ حق پر ہیں پر سب کچھ تھا مگر خود اسلام میں نہ آئے موت آنے تک اسی حال پر رہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما ہوئے اس امید پر کہ شاید مسلمان ہوجائیں، اس کی حضور کو سخت خواہش

[166] مجمع بحار الانوار فصل فی السیر بیان ارضاعه مکتبه دار الایمان مدینة المنورة ۵/ ۲۷۲

جهده مستفرغا ما عنده ولكن عاقت عن ذلك عوائق الاقدار التى لاينفع معها حرص ولا اعتذار [167]۔ وحسبنا الله ونعم الوكيل ولاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔	تھی جو کچھ کوشش ممکن تھی سب خرچ فرمادی مگر وہ تقدیریں آڑے آئیں جن کے آگے نہ خواہش چلتی ہے نہ عذر۔ اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے کیا ہی اچھا کارساز ہے، اور نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بُلندی و عظمت والے خدا کی توفیق سے۔(ت)

شبہہ تاسعہ: الحمدللہ عمرو کے سب شبہات حل ہوگئے اور وہ شبہات ہی کیا تھے محض مہملات تھے اب ایک شبہہ باقی رہا جس سے زمانہ قدیم میں بعض روافض نے اپنے رسالہ "اسلام ابی طالب" میں استناد کیا اور اکابر ائمہ علمائے اہل سنت مثل امام اجل بیہقی و امام جلیل سہیلی و امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام بدر الدین محمود عینی و امام احمد قسطلانی و امام ابن حجر مکی وعلامہ حسین دیار بکری وعلامہ محمد زرقانی و شیخ محقق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے متعدد وجوہ سے جواب دیا۔ سُنّی کے لیے تو اسی قدر سے جواب ظاہر ہوگیا کہ استدلال کرنے والا ایک رافضی اور جواب دینے والے ائمہ و علمائے اہلسنت مگر تتمیم فائدہ کے لیے فقیر غفرلہ المولی القدیر وہ شبہہ اور علماء کے اجوبہ ذکر کرکے جو کچھ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا تحریر کرے۔ وباللہ التوفیق، ابن اسحٰق نے سیرۃ میں ایک روایت شاذہ ذکر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوطالب کے مرض الموت میں اشرافِ قریش جمع ہو کر ان کے پاس گئے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سمجھا دو کہ ہمارے دین سے غرض نہ رکھیں، ہم ان کے دین سے تعرض نہ کریں ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بلا کر عرض کی، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہ ایک بات کہہ لیں جس سے تم تمام عرب کے مالک ہو جاؤ اور عجم تمہاری مطیع ابوجہل لعین نے عرض کی حضور ہی کے باپ کی قسم ایک بات نہیں دس " باتیں۔ فرمایا: تو لا الٰہ الا اللہ کہہ لو۔ اس پر کافر تالیاں بجا کر بھاگ گئے۔ ابوطالب کے منہ سے نکلا، خدا کی قسم حضور نے کوئی بے جا بات تو ان سے نہ چاہی تھی اس کہنے سے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اُمید پڑی کہ شاید یہی مسلمان ہو جائے۔ حضور نے بار بار فرمانا شروع کیا: اے چچا! تو ہی کہہ لے جس کے سبب سے میں تیری شفاعت روزِ قیامت حلال کرلوں۔ جب ابوطالب نے حضور کی شدتِ خواہش دیکھی تو کہا۔ اے بھتیجے! میرے خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا

167

کہ لوگ حضور کو اور حضور کے باپ (یعنی خود ابو طالب) کے بیٹوں کو طعنہ دیں گے کہ نزع کی سختی پر صبر نہ ہوا کلمہ پڑھ لیا۔ تو میں پڑھ لیتا، اور وہ بھی اس طرح پڑھتا "لا اقولها الا لا سرك بها" (میں نہ کہتا وہ کلمہ مگر اس لیے کہ آپ کو خوش کروں) صرف اس لیے کہ حضور کی خوشی کردوں۔ یہ باتیں نزع میں تو ہو ہی رہی تھیں جب روح پرواز کرنے کا وقت نزدیک آیا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کے لبوں کی جنبش دیکھی کان لگا کر سنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: "یا ابن اخی واللّٰہ لقد قال اخی الکلمة التی امرته ان یقولها" اے میرے بھتیجے! خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ بات کہہ لی جو حضور اقدس اس سے کہلواتے تھے: قال فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم لم اسمع[168]۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہ سُنی۔

یہ وہ روایت ہے علماء نے اس سے پانچ جواب دیئے۔

اوّل: یہ روایت ہے علماء نے اس سے پانچ جواب دیئے۔

اوّل: یہ روایت ضعیف و مردود ہے، اس کی سند میں ایک راوی مبہم موجود ہے، یہ جواب امام بیہقی پھر امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام بدر الدین محمود عینی و امام ابن حجر مکی و علامہ حسین دیار بکری و علامہ زرقانی وغیرہم نے افادہ فرمایا۔ خمیس میں ہے:

قال البیهقی انه منقطع الخ وسیأتی تمامه[169]۔	بیہقی نے کہا یہ منقطع ہے الخ اس کی پوری تفصیل عنقریب آرہی ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

فی سنده من لم یسم[170]۔	اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ (ت)

شرح مواہب میں ہے:

روایة ابن اسحٰق ضعیفه[171]۔	ابن اسحاق کی روایت ضعیف ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

[168] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام وفاۃ ابی طالب وخدیجہ دار ابن کثیر والتوزیع للطباعۃ والنشیر القسم الاول ۱۸۔۴۱۷

[169] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب مؤسستہ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۰

[170] عمدۃ القاری کتاب المناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب تحت حدیث ۳۸۸۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳

[171] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

فیه من لم یسم[172]۔	اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔(ت)

شرح ہمزیہ میں ہے:

روایة ضعیفة عن العباس انه اسر الیه الاسلام عند موته[173]۔	حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک ضعیف روایت ہے کہ ابو طالب نے بوقتِ موت رازداری سے انہیں اسلام کی خبر دی۔ت)

اصابہ میں ہے:

لقد وقفت علٰی تصنیف لبعض الشیعة اثبت فیه اسلام ابی طالب منها ما اخرجه عن محمد بن اسحٰق الی ان قال بعد نقل متمسکات الرافضی، اسانید ھٰذہ الاحادیث واھیة[174]۔ **اقول:** وباللہ التوفیق ھٰھنا امور یجب التنبه لها: **اولها:** لیس المنقطع ھٰھنا فی کلام البیھقی بالاصطلاح المشھور عند الجمھور انه الذی سقط من سندہ راوٍ امّا مطلقًا اوبشرط ان لایسقط ازید من واحد علی التوالی وھو المرسل علی	یعنی میں نے ایک رافضی کا رسالہ دیکھا جس میں اس نے بعض روایات سے اسلامِ ابی طالب ثابت کرنا چاہا ہے، ازاں جملہ یہ روایت ابن اسحٰق ہے۔ ان سب کی سندیں واہی ہیں۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے، یہاں چند امور ایسے ہیں جن پر آگاہ ہونا ضروری ہے۔ **پہلا امر:** منقطع یہاں پر بیہقی کے کلام میں اُس معنی میں استعمال نہیں ہوا جو جمہور کے نزدیک مشہور اصطلاح ہے، یعنی وہ حدیث جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہوگیا ہو یا مطلقًا یا اس شرط کے ساتھ کہ اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے در پے ساقط نہ ہوئے ہوں، بصورتِ اوّل

[172] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة المقصد الاول وفاة خدیجة وابی طالب دار المعرفة بیروت ۱/ ۲۹۱

[173]

[174] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶

الاول اومنه على الثانى باصطلاح الفقهاء واهل الاصول واذا نظفت رجاله فعندنا وعند الجمهور مقبول كيف وذلك خلاف الواقع فى رواية ابن اسحٰق فان سنده علٰى مارأيت فى سيرة ابن ہشام ونقله الحافظ وغيره فى الفتح وغيره هكذا حدثنى العباس بن عبدالله بن معبد عن بعض اهله عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما[175] وهذا لا انقطاع فيه كماترى ولامساغ لارادة الانقطاع من قبل ان ابن عباس لم يدرك الواقعة فانه انما ولد عام مات ابوطالب ولد قبل الهجرة بثلث سنين كما فى التقريب[176] وكذلك ارخ ابن الجزار موت ابى طالب قبل هجرته صلى الله تعالٰى عليه وسلم بثلث سنين كما فى المواهب[177] و ذٰلك لان مراسيل	وہ مرسل ہے، اور بصورت ثانی مرسل کی ایک نوع ہے فقہاء اور اہلِ اصول کی اصطلاح میں، اور جب اس کے رجال عادل ہوں تو وہ ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور جمہور کی اصطلاح میں یہ کیسے منقطع ہوسکتی ہے حالانکہ ابن اسحٰق کی روایت میں معنی مذکور کے خلاف واقع ہے، کیونکہ اس کی سند جیسا کہ میں نے سیرت ابنِ ہشام میں دیکھی اور حافظ وغیرہ نے اس کو فتح الباری وغیرہ میں نقل کیا وہ یوں ہے، مجھے حدیث بیان کی عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے بعض گھر والوں سے انہوں نے عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور اس مین جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے کوئی انقطاع نہیں اور نہ ہی اس جہت سے انقطاع مراد لینے کی کوئی گنجائش ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ واقعہ نہیں پایا کیونکہ آپ اس سال پیدا ہوئے جس سال ابوطالب کا انتقال ہوا۔آپ کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی جیسا کہ تقریب میں ہے اور یونہی ابوطالب کی موت کی تاریخ ابن جزار نے بیان کی وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہوئے جیسا کہ مواہب میں ہے۔اور یہ اس لیے کہ مراسیل

[175] السيرة النبوية لابن ہشام وفاة ابى طالب و خديجه دار ابن كثير للطباعة القسم الاول ص ۴١٧

[176] تقريب التهذيب ترجمه ۳۴۲۰ دارلكتب العلمية بيروت ۱/ ۵۰۴

[177] المواهب اللدنية عام الحزن وفاة ابى طالب المكتب الاسلامى بيروت ۱/ ۲۶۲

الصحابة مقبولة بالاجماع ولا عبرة بمن شذ.فی تقریب النووی هذا کله فی غیر مرسل الصحابی اما مرسله فمحکوم بصحته علی المذهب الصحیح[178]۔ قال فی التدریب قطع به الجمهور من اصحابنا و غیرهم واطبق علیه المحدثون[179]۔ وفی مسلم الثبوت ان کان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا ولا اعتداد لمن خالف[180]۔اھ وانما سمّاہ البیهقی منقطعا علی اصطلاح له ولشیخه الحاکم ان المبهم ایضا من المنقطع فی التقریب و التدریب(اذا قال)الراوی فی الاسناد(فلان عن رجل عن فلان فقال الحاکم) هو (منقطع لیس مرسلا وقال غیرہ مرسل)قال العراق کل من القولین خلاف ما علیه الاکثرون، فانهم ذهبوا الی انه متصل فی سندہ مجهول.وزاد البیهقی علی هذا فی سننه فجعل	صحابہ کے مقبول ہونے پر اجماع ہے اور جو تنہا اس موقف کے خلاف ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، تقریب نواوی میں ہے کہ یہ سب گفتگو مرسلِ صحابی کے غیر میں ہے۔رہا مرسل صحابی تو صحیح مذہب میں اس کے صحیح ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔تدریب میں کہا کہ ہمارے اصحاب وغیرہ جمہور نے اس حکم کو قطعی قرار دیا اور محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے مرسل اگر صحابی سے ہے تو مطلقًا قبول کی جائے گی، اور جس نے مخالفت کی اس کا کوئی اعتبار نہیں اھ بیہقی کا اُسے منقطع کہنا فقط ان کی اپنی اور ان کے شیخ امام حاکم کی اصطلاح ہے کہ ان کے نزدیک مبہم بھی منقطع ہے۔ تقریب اور تدریب میں ہے راوی نے اسناد میں جب کہا کہ فلاں نے ایک مرد سے اور اس نے فلاں سے روایت کی تو امام حاکم نے فرمایا کہ یہ منقطع ہے مرسل نہیں ہے جب کہ اس کے غیر نے کہا یہ مرسل ہے۔عراقی نے کہا یہ دونوں قول اکثریت کے موقف کے خلاف ہیں کیونکہ اکثر کا موقف یہ ہے کہ یہ متصل ہے اس کی سند میں راوی مجہول ہے،امام بہقی نے اپنی سنن میں اس پر اضافہ کیا اور اس حدیث کو مرسل

[178] تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

[179] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

[180] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنة مسئلہ تعریف المرسل مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۰۱

ماروٰہ التابعی عن رجل من الصحابۃ لم یسم مرسلا [181] اھ مختصرا۔وفیہما(النوع العاشر المنقطع الصحیح الذی ذھب الیہ الفقہاء والخطیب و ابن عبدالبروغیرھما من المحدثین ان المنطقع مالم یتصل اسناد ہ علی ای وجہ کان انقطاعہ)فھو و المرسل واحد(واکثرمایستعمل فی روایۃ من دون التابعی عن الصحابۃ کمالک عن ابن عمر و قیل ھو ما اختل منہ رجل قبل التابعی)الصواب قبل الصحابی (محذوفاکان)الرجل(اومبھما کرجل)ھذا بناء علی ماتقدم ان فلانا عن رجل یسمّی منقطعا وتقدم ان فلانا عن رجل یسمّی منقطعا وتقدم ان الاکثرین علی خلافہ.ثم ان ھذا القول ھو المشہور بشرط ان یکون الساقط واحدا فقط او اثنین لا علی التوالی کما جزم بہ العراقی وشیخ الاسلام [182] اھ ملخصًا۔	قرار دیا جس کو تابعی نے صحابہ میں سے ایک مرد سے روایت کیا اس صحابی کے نام کی تصریح نہیں کی اھ اختصار۔اور ان دونوں(تقریب وتدریب)میں ہے دسویں قسم منقطع، صحیح مؤقف جس کی طرف فقہاء کرام اور محدثین میں سے خطیب وابن عبدالبر وغیرہ گئے ہیں وہ یہ ہے کہ منقطع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل نہ ہو، چاہے کسی وجہ سے انقطاع ہو،وہ اور مرسل ایک ہی ہیں،اور اس کا اکثر اطلاق ایسی حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابہ سے روایت کرے جیسے امام مالک علیہ الرحمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کریں۔ایک قول کے مطابق منقطع وہ حدیث ہے جس میں تابعی سے قبل (صحیح یہ ہے کہ صحابی سے قبل) کوئی راوی مختل ہو، چاہے تو وہ محذوف ہو یا مبہم، جیسے کہا جائے "کوئی شخص" یہ اس پر مبنی ہے جس کا پہلے ذکر ہوچکا " یعنی فلاں نے ایک شخص سے روایت کی" یہ منقطع کہلاتی ہے۔اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ اکثریت اس کے خلاف ہے، پھر یہ قول اس شرط کے ساتھ مشہور ہے کہ ساقط فقط ایک راوی ہو یا دو ہوں مگر پے در پے نہ ہوں جیسا کہ اس پر عراقی اور شیخ الاسلام نے جزم کیا ہے اھ تلخیص۔

[181] تقریب النووی مع تدریب الراوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۱۔ ۱۶۲

[182] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی النوع العاشر المنقطع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۱ و ۱۷۲

ثانیہا: لیس المبھم من المجھول المقبول عندنا وعند کثیر من الفحول او اکثرھم فان الراوی اذا لم یروعنہ الاواحد ا فمجھول العین نمشیہ نحن وکثیر من المحققین واذا زکی ظاھرا لا باطنا فمستور نقبلہ نحن واکثر المحققین کما بینتہ فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" وظاھر ان شیئا من ھذا الایعرف الابالتسمیۃ فالمبھم لیس منھما فی شیئ بل ھو کمجھول الحال الذی لم تعرف عدالتہ باطن ولا ظاھرا وان خصصناہ ایضا بمن سمی فلیس من المجھول المصطلح علیہ اصلاً وان کان یطلق علیہ اسم المجھول نظرا الی المعنی اللغوی،وتحقیق الحکم فیہ ان ابھام راوغیر الصابی بغیر لفظ التعدیل کحدثنا وثقۃ لیس کحذفہ عندنا فی القبول فان الجزم مع الاسقاط امارۃ الاعتماد بخلاف الاسناد قال فی مسلم الثبوت وشرحہ فواتح الرحموت(قال رجل لایقبل	**دوسرا امر:** مبہم اس مجہول میں سے نہیں جو ہمارے نزدیک اور تمام علماء ماہرین یا اکثر کے نزدیک مقبول ہے،اس لیے کہ اگر کسی راوی سے فقط ایک ہی شخص روایت کرے تو وہ مجہول العین ہے،ہم اور کثیر محققین اس کو قبول کرتے ہیں۔اور اگر اس کا ظاہری طور پر تزکیہ ہو جائے مگر باطنی طور پر نہ ہو تو وہ مستور ہے،ہمارے اور اکثر محققین کے نزدیک یہ مقبول ہے جیسا کہ میں نے اس کو رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" میں بیان کیا ہے۔ظاہر ہے کہ مجہول کی دونوں قسموں میں سے کوئی نہیں پہچانا جاتا مگر نام ذکر کرنے سے تو مبہم ان دونوں قسموں میں سے کوئی قسم بھی نہ ہوا بلکہ وہ مجہول الحال کی مثل ہے جس کی عدالت نہ ظاہری طور پر معلوم ہوتی ہے نہ باطنی طور پر،اگر ہم اس (مجہول الحال) کو بھی مختص کرلیں اس کے ساتھ جس کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو اس صورت میں مبہم بالکل ہی مجہول اصطلاحی میں سے نہیں ہوگا۔اگرچہ معنی لغوی کے اعتبار سے اس پر مجہول کا اطلاق ہوگا۔اس میں حکم کی تحقیق یہ ہے کہ غیر صحابی کا ابہام بغیر لفظ تعدیل کے جیسے مجھے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے۔ہمارے نزدیک قبولیت میں حذف راوی کی مثل نہیں۔کیونکہ اسقاط راوی کے باوجود اس پر جزم،اعتماد کی نشانی ہے بخلاف اسناد کے۔مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے کسی شخص نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی

فی)المذھب(الصحیح)ولیس ھذا کالارسال کما نقل عن شمس الائمۃ لان ھذا روایۃ عن مجھول والا رسال جزم بنسبۃ المتن الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا لایکون الا بالتوثیق فافترقا (بخلاف)قال ثقہ اورجل من الصحابۃ لان ھذا روایۃ عن ثقۃ لان الصحابۃ کلھم عدول(ولو اصطلح علی معین)معلوم العدالۃ علی التعیین برجل(فلا اشکال)فی القبول [183] اھ**اقول**:ویتراأی لی استثناء من ابھم وقد علم من عادتہ انہ لایروی الا عن ثقۃ کامامنا الاعظم والامام احمد وغیرھما ممن سمیناھم فی "منیرالعین" فان المبھم امام من مجھول الحال او کمثلہ وقد صرحوا فیہ بھذا التفصیل قال فی الکتابین(فی روایۃ العدل)عن المجھول(مذاھب) احدھا(التعدیل)فان شان العدل لایروی الاعن عدل(و)الثانی	ایک مرد نے، تو مذہب صحیح میں قبول نہیں کی جائے گی۔یہ ارسال کی مثل نہیں جیسا کہ شمس الائمہ سے منقول ہے، کیونکہ یہ مجہول سے روایت ہے جبکہ ارسال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف متن کی نسبت کا جزم ہے اور یہ بغیر توثیق کے نہیں ہوسکتا، تو اس طرح دونوں میں فرق ہو گیا۔بخلاف اس کے کہ اگر کسی نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے یا صحابہ کرام میں سے ایک مرد نے کیونکہ یہ ثقہ سے روایت ہے،اس لیے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔اگر یہ اصطلاح بنالی جائے کہ فلاں معین شخص جس کی عدالت معلوم ہے کہ " ایک مرد " کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا تو اس کے مقبول ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔اھ **اقول**:(میں کہتا ہوں) میرے لیے اُس شخص کا استثناء ظاہر ہوا جس نے ابہام کیا حالانکہ اس کی عادت معروف ہے کہ بغیر ثقہ کے کسی سے روایت نہیں کرتا جیسا کہ ہمارے امام اعظم اور امام احمد اور دیگر ائمہ کرام جن کے نام ہم نے "منیر العین" میں ذکر کیے ہیں۔اس لیے کہ مبہم مجہول الحال سے ہوگا یا اس کی مثل سے تحقیق اس میں علماء نے اس تفصیل کے سات تصریح فرمائی ہے، دونوں کتابوں میں کہا کہ مجہول سے عادل کی روایت کے بارے میں چند مذہب ہیں،ان میں سے ایک مذہب اس کی تعدیل ہے، کیونکہ عادل کی شان یہ ہے کہ وہ فقط عادل سے روایت کرتا ہے۔دوسرا مذہب

[183] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۷۷

(المنع)لجواز روایته تعویلا علی المجتهد انه لایعمل الا بعد التعدیل(و)الثالث(التفصیل بین من علم) من عادته(انه لایروی الاعن عدل)فیکون تعدیلا (اولا)فلا(وهو)ای الثالث(الاعدل)وهو ظاهر [184]اھ باختصار۔ **ثالثھا**:لیس الحکم علی کافر معلوم الکفر لاسیما المدرك صحة لغویة بطریان الاسلام من باب الفضائل المقبول فیه الضعاف باتفاق الاعلام، کیف وانه یبتنی علیه کثیر من الاحکام کتحریم ذکره الا بخیر و وجوب تعظیمه بطلب الترضی علیه اذا ذکر بعد ماکان ذاك حراما بل ربما المنجرالی الکفر، و العیاذ باللّٰه تعالٰی،وقبول قوله فی الروایات ان وقعت الی غیر ذلك والیقین لایزول الشك والضعیف لا یرفع الثابت وانما السرفی قبول الضعاف حیث تقبل انها ثمه لم تثبت شیئا لم یثبت کما حققناه بما لا مزید علیه	منع تعدیل ہے کیونکہ ہوسکتا ہے اس نے متجہد پر بھروسا کرتے ہوئے یہ روایت کرتی ہو کیونکہ مجتہد تعدیل کے بعد ہی عمل کرتا ہے،اور تیسرا مذہب تفصیل یعنی اگر اس کی یہ عادت معلوم ہے کہ وہ فقط عادل سے روایت کرتا ہے غیر عادل سے نہیں، تو تعدیل ہوگی ورنہ نہیں،اور یہ تیسرا مذہب زیادہ عدل والا ہے اور وہ ظاہر ہے اھ اختصار۔ **تیسرا امر**: جس کافر کا کفر معلوم ہو خصوصًا جب کہ وہ صحت لغویہ کو پانے والا ہو۔اُس پر اسلام کے طاری ہونے کا حکم از قبیل فضائل نہیں ہے جس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہیں،ایسا کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ اس پر بہت سے احکام کی بنیاد ہے مثلًا بھلائی کے سوا اس کے ذکر کا حرام ہونا، اس کی تعظیم کا واجب ہونا اور اس کے ذکر کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنا،بعد اسکے یہ حرام بلکہ بسا اوقات کفر تک پہنچا دینے والی چیز ہے،اور اللہ تعالٰی کی پناہ،اور روایات میں اس کے قول کو قبول کرنا جب کہ واقع ہوں وغیرہ ذلک، حالانکہ یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا،اور ضعیف حدیث ثابت کو رفع نہیں کرسکتی،ضعیف حدیثیں جہاں قبول کی جاتی ہیں وہاں ان کو قبول کرنے میں راز یہ ہے کہ وہاں ضعیف حدیثیں کسی غیر ثابت چیز کو ثابت نہیں کرتیں جیسا کہ ہم اپنے رسالہ

[184] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ مجهول الحال الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۵۰

مادفع الاوھام المتطرقة الیه فی رسالتنا "الھاد الکاف فی حکم الضعاف " فاذا لم تکن لتثبت مالم یثبت فکیف ترفع ماقدثبت ماھذا الاغلط وشطط وھذا واضح جدا فاتضح بحمد الله ان الروایة ضعیفة واھیة وانھا فی اثبات ماریم منھا غیر مغنیة ولاکافیة ھکذا ینبغی التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق۔	"الھاد الکاف فی حکم الضعاف"میں اس کی تحقیق کردی ہے جس پر زیادتی نہیں کی جاسکتی جس نے اس مسئلہ میں پیدا ہونے والے تمام وہموں کا ازالہ کردیا ہے، چنانچہ جب وہ ضعیف حدیثیں غیر ثابت چیز کو ثابت نہیں کرسکتی ہیں تو ثابت شدہ چیز کو رفع کیسے کرسکیں گی۔یہ محض غلط اور حق سے دُوری ہے، یہ خوب واضح ہے۔بحمداللہ واضح ہوگیا کہ روایت مذکورہ ضعیف اور بے ہودہ ہے اور اس سے جس مقصد کو ثابت کرنا مطلوب تھا اسکے لیے یہ مفید وکافی نہیں ہے۔یونہی تحقیق چاہیے اور اللہ تعالٰی توفیق کامالک ہے۔(ت)

ثانیًا: اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی تو ان احادیث جلیلہ جزیلہ صحاح اصح کے مخالف تھی لہٰذا مردود ہوتی نہ کہ خود صحیح بھی نہیں اب اُن کے مقابل کیاالتفات کے قابل اقول جواب اول بنظر سند تھا یہ بلحاظ متن ہے یعنی اگر سندًا صحیح بھی ہوتی تومتنًا شاذ تھی اور ایسا شذوذ قاوح صحت یوں بھی ضعیف رہتی اب کہ سندًا بھی صحیح نہیں خاص منکر ہے اور بہرحال مردود و نامعتبر، یہ جواب بھی علمائے ممدوحین نے دیا اور امام قسطلانی و شیخ محقق نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا۔ خمیس میں بعد عبارت مذکورہ امام بیہقی سے ہے:

والصحیح من الحدیث قد اثبت لابی طالب ابوفاة علی الکفر والشرك کما رویناہ فی صحیح البخاری[185]۔	یعنی حدیث صحیح ابو طالب کا کفر وشرک پر مرنا ثابت کررہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود۔

بعینہٖ اسی طرح مواہب میں ہے۔عمدہ میں بعد عبارت مذکورہ اور زرقانی میں امام حافظ الشان سے ہے:

ولوکان صحیحا العارضہ حدیث	اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو اس باب میں وارد حدیث

[185] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وصیت ابی طالب مؤسسة شعبان للنشر بیروت ۱/ ۳۰۰

الباب لانہ اصح منہ فضلا عن انہ لم یصح[186]۔	اس کے معارض ہوتی کیونکہ وہ اس سے اصح ہے چہ جائیکہ یہ صحیح ہی نہیں۔(ت)

اصابہ میں بعد کلام سابق ہے:

وعلی تقدیر ثبوتہا فقد عارضہا ماھو اصح منہا[187]۔	اور اس کے ثبوت کی تقدیر پر وہ حدیث اس کے معارض ہے جو اس سے اصح ہے۔(ت)

پھر حدیث دوم لکھ کر فرمایا:

فھذا ھو الصحیح الذی یرد الروایۃ التی ذکرھا ابن اسحٰق[188]۔	یہ حدیث صحیح روایت ابن اسحاق کو رَد کررہی ہے۔

شرح ہمزیہ کی عبارت اوپر گزری:

صرائح الاحادیث المتفق علی صحتہا ترد ذٰلك[189]۔	صریح حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسے رَد کررہی ہیں۔

مدارج النبوۃ میں ہے:

دراحادیث و اخبار اسلام دے ثبوت نیافتہ جزانچہ درروایت ابن اسحٰق آمدہ کہ وے اسلام آورد نزدیک بوقتِ مرگ وگفتہ کہ چوں قریب شد موت وے وعباس گفت یا ابنَ اخی ! واللہ بتحقیق گفت برادر من کلمہ راکہ امر کردی تواو رابداں کلمہ و درروا تیے آمدہ کہ آنحضرت گفت من نشنیدم باآنکہ حدیث	اخبار و احادیث میں ابوطالب کا اسلام ثابت نہیں ہوا سوائے اُس روایت کے جو ابن اسحاق سے مروی ہے کہ وہ وقتِ موت کے قریب اسلام لے آئے تھے ابن اسحاق نے کہا کہ جب ابوطالب کا وقت موت قریب ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے ! بخدا میرے بھائی نے وہ کلمہ کہہ دیا ہے جس کا

[186] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار حدیث ۳۸۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷ /۲۳،شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱ /۲۹۳

[187] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع دارصادر بیروت ۴ /۱۱۶

[188] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع دارصادر بیروت ۴ /۱۱۷

[189] شرح ھمزیۃ

صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر راھ مختصراً[190]۔	آپ نے اس کو حکم دیا ہے،ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا باوجود یہ کہ حدیث صحیح نے کفر ابوطالب کو ثابت کردیا ہے اھ اختصار(ت)

یہ کلام حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالٰی کا ہے اور فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے یہاں ہامش مدارج پر اپنے دو حاشیے لکھے پائے جن کی نقل خالی از نفع نہیں۔

اوّل قول شیخ جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ بر ریں عبارت اقول ایں استثناء منقطع ست ائمہ فن ہمچو امام بیہقی وامام ابن حجر عسقلانی و امام عینی و امام ابن حجر مکی وغیرھم تصریح کردہ اند بضعف ایں روایت زیرا کہ در وراوی مبہم واقع شدہ باز بمخالف صحاح منکر ست وشیخ در آخر کلام خود ارشارہ بضعف او میکند کہ باآنکہ حدیث صحیح اثبات کردہ است الخ معلوم شد کہ ایں صحیح نیست۔	**اوّل** شیخ کے قول "جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ" پر اس عبارت کے ساتھ حاشیہ لکھا: **میں کہتا ہوں** یہ استثناء منقطع ہے۔ائمہ فن جیسے امام بیہقی،امام ابن حجر عسقلانی،امام عینی اور امام ابن حجر مکی وغیرہ نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مبہم واقع ہوا ہے،پھر صحیح حدیثوں کی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے،اور شیخ علیہ الرحمہ اپنے کلام کے آخر میں ان لفظوں کے ساتھ اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ "باوجود یہ کہ حدیث صحیح نے اس کے کفر کو ثابت کردیا ہے" معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔
دوم قوم شیخ ودر روایتے آمدہ پر بایں الفاظ **اقول**:ایں لفظ ایہام میکند آں راکہ ایں جادو روایت ست وروایت مذکورہ ابن اسحٰق عاری ست از ذکر رَد فرمودن نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقول	**دوم**: شیخ کے قول "ودر روایتے آمدہ" پر ان الفاظ کے ساتھ حاشیہ لکھا: **میں کہتا ہوں** یہ وہم میں ڈالتا ہے کہ یہاں دو روایتیں ہیں،اور روایت ابن اسحٰق میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہ کلماتِ رَد نہیں ہیں کہ "میں نے نہیں

[190] مدارج النبوۃ باب دوئم وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۸

مبار کش لم اسمع حالانکہ نہ چنان ست بلکہ ایں تتمہ ہماں روایت ابن اسحٰق ست.بریں معنی آگاہ باید بود[191]۔	سُنا" حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اسی روایت ابن اسحٰق کا تتمہ ہے،اس معنی پر آگاہ ہونا چاہیے۔(ت)

ثالثًا: خود قرآنِ عظیم اسے رَد فرمارہا ہے اگر اسلام پر موت ہوتی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو استغفار سے کیوں ممانعت آئی۔یہ جواب حافظ الشان کا ہے اور اُسے خمیس میں بھی ذکر کیا۔اصابہ میں بعد عبارت مذکورہ قریبہ ہے:

"اذلو کان قال کلمۃ التوحید مانھی اللہ تعالٰی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الاستغفار لہ[192]۔	اگر اس نے کلمہ توحید کہہ لیا ہوتا تو اللہ تعالٰی اپنے نبی کو اُس کے حق میں استغفار سے منع نہ فرماتا۔(ت)

اقول: استغفار سی نہی کفر میں صریح نہیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں میت مدیون کے جنازہ پر نماز پڑھنے سے ممنوع تھے۔علمائے متاخرین نے حدیث استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی[193]۔(میں نے اپنے رب سے اذن طلب کیا کہ میں اپنی ماں کے لیے استغفار کروں تو اُس نے مجھے اذن نہ دیا۔ت)

کا یہی جواب دیا ہے استدلال اسی آیت کریمہ کے لفظ للمشرکین و لفظ اصحٰب الجحیم سے اولٰی وانسب ہے اگر کلمہ اسلام پر موت ہوتی تو رب العزۃ ابوطالب کو مشرک کیوں بتاتا،اصحاب نار سے کیوں ٹھہراتا۔لاجرم یہ روایت بے اصل ہے۔

رابعًا اقول: اس میں ایک علّت اور ہے،حدیث صحیح چہارم دیکھئے خود یہی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ جن سے یہ حکایت ذکر کی جاتی ہے موت ابی طالب کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں۔یارسول اللہ ! حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو بھی کچھ نفع دیا وہ حضور کا غمخوار طرفدار تھا ارشاد ہوا ہم نے اُسے سراپا جہنم میں غرق پایا اتنی تخفیف فرمادی کہ ٹخنوں تک آگ ہے میں نہ ہوتا تو اسفل السافلین اس کا ٹھکانا تھا[194]۔

سُبحٰن اللہ! اگر عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے کانوں سے مرتے وقت کلمہ توحید پڑھنا سُنتے تو

191

192 الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۷

193 صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی جواز زیارۃ قبور المشرکین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

194 صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸،صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵،مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷ و ۲۱۰

اس سوال کا کیا محل تھا، وہ نہ جانتے تھی کہ الاسلام یجب ما قبلہ مسلمان ہو جانا گزرے ہوئے سب اعمالِ بد کو ڈھا دیتا ہے، کیا وہ نہ جانتے تھے کہ اخیر وقت جو کافر مسلمان ہو کر مرے بے حساب جنت میں جائے، **من قال لا الٰہ الاّ اللہ دخل الجنّة**[195]۔ (جس نے لا الٰہ الاّ اللہ کہا جنّت میں داخل ہوا۔ت) اور پھر سوال میں کیا عرض کرتے ہیں وہی پرانے قصّے نصرت و یاری و حمایت و غمخواری یہ نہیں کہتے یا رسول اللہ ! وہ تو کلمہ اسلام پڑھ کر مرا ہے، یہ پوچھتے ہیں کہ حضور نے اسے بھی کچھ نفع بخشا، یا نہیں کہتے یا رسول اللہ ! وہ تو کلمہ اسلام پڑھ کر مرا ہے، یہ پوچھتے ہیں کہ حضور نے اسے بھی کچھ نفع بخشا یہ نہیں عرض کرتے کہ کون سے اعلیٰ درجاتِ جنت عطا فرمائے، وہ حالت صحیح میں ہوتے تو پرواز سوال یوں ہوتا کہ یارسول اللہ! ابو طالب کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور حضور کے ساتھ اُن کی غایت محبت و کمال حمایت تو قدیم سے تھی اللہ عزوجل نے فردوس اعلیٰ کا کون سا محل انہیں کرامت فرمایا تو نظرِ انصاف میں یہ سوال ہی اس روایت کی بے اصلی پر قرینہ و انحہ ہے اور جواب تو جو ارشاد ہوا ظاہر ہے "والعیاذ باللہ تعالیٰ ارحم الراحمین" یہ جواب فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے فتوائے سابقہ مختصرہ میں ذکر کیا تھا۔ اب شرح مواہب میں دیکھا کہ علامہ زرقانی نے بھی اس کی طرف ایما کیا، فرماتے ہیں:

فی سوال العباس عن حالہ دلیل علی ضعف روایۃ ابن اسحٰق لانہ لوکانت الشھادۃ عندہ لم یسأل لعلمہ بحالہ[196]۔	ابو طالب کے حال کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال میں روایت ابن اسحٰق کے ضعف پر دلیل ہے، کیونکہ اگر ابوطالب نے حضرت عباس کے نزدیک کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا تو وہ یہ سوال نہ کرتے اس لیے کہ ان کو اس کا حال معلوم ہوتا۔ (ت)

اقول: یونہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی طرف اس کی روایت کی نسبت جاتی ہے علاوہ اُس تفسیر کے جو آیت ثالثہ میں اُن سے مروی خود بسند صحیح معلوم کہ وہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ابو طالب کے بارے میں وہ ارشاد پاک حدیث ہشتم میں سُن چکے ہیں جس میں ناری ہونے کی صریح تصریح ہے یہ روایت اگر صحیح ہوتی تو اِس کا مقتضٰی یہ تھا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

[195] الدر المنثور تحت آلایۃ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶ /۲۳، المستدرك للحاکم کتاب التوبة من قال لا الٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۴ /۲۵۱، المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷ /۴۸

[196] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول وفاۃ خدیجہ دار المعرفۃ بیروت ۱ /۲۹۳

ابو طالب کو ناجی جانیں کہ ان امور میں نسخ وتغیر کو راہ نہیں مگر لازم بحکم حدیث صحیح مسلم باطل تو ملزوم بھی حلیہ صحت سے عاطل،فافہم۔

خامسًا: یقینًا معلوم کہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے کہیں گیارہ برس بعد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ہیں،اوراسی روایت میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طالب کا کلمہ پڑھنا نہ سُنا اور اُن کی عرض پر بھی اطمینان نہ فرمایا:یہی ارشاد ہوا کہ ہم نے نہ سُنا،اب نہ رہی مگر ایک شخص کی شہادت جو عدالت درکنار گواہی دیتے وقت مسلمان بھی نہیں وہ شرعًا کس قاعدہ وقانون سے قابلِ قبول یا لائق التفات اصحابِ عقول ہوسکتی ہے۔

اقول: پہلے جوابوں کا حاصل سندًا یا متنًا روایت کی تضعیف تھی اس جواب میں اُسے ہر طرح صحیح مان کر کلام ہے کہ اب بھی اثبات مدعی سے مس نہیں اُس سے یہ ثابت ہوا کہ ابو طالب نے کلمہ پڑھا بلکہ اس اس قدر معلوم ہوا کہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی غیر اسلام کی حالت میں ایسا بیان کیا پھر اس سے کیا ہوتا ہے،یہ جواب امام سہیلی نے روض الانف میں ارشاد فرمایا اور ان کے بعد امام عینی وامام قسطلانی نے ذکر کیا۔عمدہ میں ہے:

قال السهيلي ان العباس قال ذٰلك في حال كو نه علي غير الاسلام ولو اداها بعد الاسلام لقبلت منه[197]۔	سہیلی نے کہا کہ حضرت عباس نے یہ بات حالتِ غیر اسلام میں کہی اگر بعد اسلام وہ اس کو ادا کرتے تو مقبول ہوتی۔(ت)

اقول:وباللہ التوفیق خود اسی روایت کا بیان کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی عرض پر یہی فرمایا کہ ہمارے مسامع قدسیہ تک نہ آیا۔دلیل واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے بیان پر اطمینان نہ فرمایا اس گواہی کو مقبول ومعتبر نہ ٹھہرایا ورنہ کیا عقل سلیم قبول کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس کے اسلام میں اس درجہ کوشش بلیغ ہو نفس انفس نے اس حد شدت پر اُس کی خواہش فرمائی جب وہ امر عظیم محبوب وقوع میں آئی ایسے سہل لفظوں میں جواب دے دیا جائے،لاجرم اس ارشاد کا یہی مفاد کہ تمہارے کہنے پر کیا اعتماد ہم سُنتے تو ٹھیک تھا یہ صریح ردّ شہادت ہے تو جو گواہی خدا اور رسول رَد فرما چکے دوسرا اس کا قبول کرنے والا کون۔

وبهٰذا التحقيق الانيق استنار والله الحمد	اور اس عمدہ تحقیق سے بحمداللہ روشن ہوگیا کہ امام عینی نے

[197] عمدۃ القاری کتاب الجنائز حدیث ۱۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۸ /۲۶۴

ان الامام العینی لقد احسن اذاقتصر فی نقل کلام الامام السہیلی علی مامر ونعمافعل اذلم یتعدالی ما تعدی الیہ الامام القسطلانی وتبعہ العلامۃ الزرقانی حیث اثراکلامہ برمتہ واقرا علیہ ھذالفظھما (اجیب) کما قال السہیلی فی الروض(بان شہادۃ العباس لابی طالب لواداھا بعد مااسلم کانت مقبولۃ و لم ترد) شہادتہ(یقول علیہ الصلوۃ والسلام لم اسمع لان الشاھد العدل اذا قال سمعت وقال من ھو اعدل منہ لم اسمع اخذ بقول من اثبت السماع)قال السہیلی لان عدم السماع یحتمل اسبابا منعت الشاھد من السمع(ولکن العباس شہدبذلك قبل ان یسلم)فلا تقبل شہادتہ[198]۔ اھ **اقول**:فلیس الکلام فی ان عباسا اثبت والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نفی	امام سہیلی کے نقل کلام میں اقتصار کرکے بہت اچھا کیااُس کی بنیادپر جو گزرااور اس کی طرف تجاوز نہ کرکے بھی اچھا کیا جس کی طرف امام قسطلانی نے تجاوز کیا اور ان کی اتباع کی علامہ زرقانی نے کیونکہ ان دونوں نے اس کے کلام کو پورا نقل کیا اور اس پر قائم رہے اور یہ لفظ ان دونوں کے ہیں۔(جواب دیا گیا) جیسا کہ امام سہیلی نے روض میں فرمایا کہ اگر ابوطالب کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت آپ کے اسلام لانے کے بعد ہوتی تو مقبول ہوتی،اس کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد کے ساتھ رَد نہ کیا جاتا کہ " میں نے نہیں سُنا" کیونکہ عادل گواہ جب کہے کہ میں " میں نے سُنا ہے"،اور اس سے زیادہ عدل والا کہے کہ " میں نے نہیں سُنا" تو اس کے قول کو قبول کیا جائے گا جو سماع کو ثابت کرنے والا ہے، سہیلی نے کہا:اس کی وجہ یہ ہے کہ عدمِ سماع کئی ایسے اسباب کا احتمال رکھتا ہے جو گواہ کو سننے سے روکتے ہوں، لیکن چونکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسلام لانے سے قبل اس کی شہادت دی لہٰذا ان کی شہادت قبول نہ ہوگی۔اھ **میں کہتا ہوں** اس میں کلام نہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اثبات کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی فرمائی

[198] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجہ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱و۲۹۲

فهما شهادتان جاء تاعندنا احدهما تثبت والاخری تنفی فتقدم التی تثبت لوکان صاحبها عدلا ومعاذ الله ان تقدم علی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یقبل شهادة العباس و لم یرکن الیها فهو صلی الله تعالٰی علیه وسلم قاض لاشاهد اٰخر وانما الشاهد العباس وحده. فاذا لم یقبلها النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمن یقبلها بعده هذا ماعندی وانا فی عجب عاجب هٰهنا من کلام هٰؤلاء الاعلام الاکابر فامعن النظر لعل له معنی قصرت عنه ید فهمی القاصر۔	یہ دو شہادتیں ہمارے پیش نظر ہیں، ایک ثابت کرنے والی اور دوسری نفی کرنے والی، لہٰذا مثبت گواہی نافی پر مقدم ہوگی جب کہ مثبت گواہی دینے والا عادل ہو اور معاذ اللہ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قول پر مقدم ہو۔ نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کو قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کی طرف میلان فرمایا، کیونکہ آپ تو قاضی تھے نہ کہ دوسرے گواہ، گواہ تو تنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا تو آپ کے بعد کون قبول کرسکتا ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے۔ مجھے اس مقام پر ان اکابر علماء کے کلام پر سخت تعجب ہے، میں نے گہری نظر سے دیکھا کہ شاید اس کا کوئی معنی بن سکتا ہو مگر میرے فہم قاصر کا ہاتھ اس سے قاصر رہا۔ (ت)

یہ اجوبہ علماء ہیں اور بحمد اللہ کافی ووافی وصافی ہیں، **واناا قول**: وباللّٰہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت)

سادسًا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روایت اُنہیں احادیث صحیحین کی مثل سندًا ومتنًا ہر طرح اعلٰی درجہ کی صحیح اور شہادت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی بروجہ کمال مقبول ونجیح، پھر بھی نہ مستدل کو نافع نہ کفرِ ابی طالب کی اصلًا دافع، آخر جب بحکم احادیث جلیلہ آیت قرآنیہ مشرک و ناری بتارہی ہے تو یہ کسی کے مٹائے مٹتا نہیں، یہ دوسری حدیث کہ فرضًا اُسی پلہ کی صحیح وجلیل ہے صرف اتنا بتاتی ہے کہ ابوطالب نے اخیر وقت لا الٰہ الا اللہ کہا، یہ نہیں بتاتی، کہ وہ وقت کیا تھا، آخر وقت کیا تھا، آخر وقت دو ہیں ایک وہ کہ ہنوز پردے باقی ہیں اور یہ وقتِ قبول ایمان ہے، دوسرا وہ حقیقی آکر جب حالت غرغرہ ہو، پردے اُٹھ جائیں جنت ونار پیش نظر ہو جائیں۔ "یؤمنون بالغیب" کا محل نہ رہے، کافر کا اس وقت اسلام لانا بالاجماع مردود ونامقبول ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ	تو اُن کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے

فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ "[199]۔	بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر. رواہ احمد[200] والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والحاکم وابن حبان والبیہقی فی الشعب کلھم عن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اللہ تعالٰی سکراتِ موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے، اس کو روایت کیا احمد نے، ترمذی نے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ نیز روایت کیا اس کو ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان اور امام بیہقی نے شعب میں، ان تمام نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔(ت)

اب اگر وقت اول کہنا مانتے ہیں تو آیت قرآنیہ مع اُن احادیث صحیحہ کے اس حدیث صحیح مفروض سے مناقض ہوگی اور کسی نہ کسی حدیث صحیح کو رَد کے بغیر چارہ نہ ملے گا اور اگر وقت دوم پر مانتے ہیں تو آیت واحادیث سب حق و صحیح ٹھہرتے ہیں اور تناقض و تعارض بے تکلف دفع ہوا جاتا ہے کلمہ پڑھا اور ضرور پڑھا مگر کب، اس وقت جب کہ وقت نہ رہا تھا، لہٰذا حکمِ شرک و نار برقرار رہا۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ " [201]۔ "آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ " [202]۔	یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آلیا تو بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔

---

[199] القرآن الکریم ۴۰/ ۸۵

[200] جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۲، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۲، المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ باب ان اللہ یغفر لعبدہ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۵۷

[201] القرآن الکریم ۱۰/ ۹۰

[202] القرآن الکریم ۱۰/ ۹۰

صورت اُولٰی ظاہر البطلان، لہٰذا شق اخیر ہی لازم الاذعان، اور فی الواقع اگر یہ روایت مطابق واقع تھی تو قطعًا یہی صورت واقعی ہوئی اور وہ ضرور قرینِ قیاس بھی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے قریب مرگ ہی جلوہ افروز ہوئے ہیں، اسی حالت میں کفارِ قریش سے وہ محاورات ہوئے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بار بار باصرار دعوتِ اسلام فرمائی کفار نے ملتِ کفر پر قائم رہنے میں جان لڑائی، آخر پچھلا جواب وہ دیا کہ ابو طالب ملتِ جاہلیت پر جاتا ہے، یہاں تک بات چیت کی طاقت تھی اب سینے پر دم آیا پردے اُٹھے غیب سامنے آیا اُس نار نے جس پر عار کو اختیار کیا تھا اپنی مہیب صورت سے منہ دکھایا **لیس الخبر کالمعاینۃ**[203] (خبر مشاہدہ کی مثل نہیں۔ت) اب کھلا کہ یہ بلا جھیلنے کی نہیں، ڈوبتا ہوا سوار پکڑتا ہے، اب لا الٰہ الا اللہ کی قدر آئی، کہنا چاہا طاقت نہ پائی، آہستہ لبوں کو جنبش ہوئی مگر بے سود کہ وقت نکل چکا تھا۔

انّا اللہ وانّا الیہ راجعون ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔	ہم اللہ تعالٰی کے لیے ہیں اور اسی کیطرف لوٹ کر جانے والے ہیں، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت ہے مگر بُلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔(ت)

تو حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی سچے کہ کلمہ پڑھا، اور قرآن وحدیث تو قطعًا سچے ہیں کہ حکم کفر بدستور رہا۔ **والعیاذ باللہ ربّ العالمین**۔(اللہ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت)

سابعًا: اس سے بھی در گزریے، یہ بھی مانا کہ حالتِ غرغرہ سے پہلے ہی پڑھا ہے پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ تو ظاہر ہی کی گواہی دیں گے، دل کے حال کا عالم خدا ہے، کیا اگر کوئی شخص روزانہ لاکھ بار کلمہ پڑھے اور اللہ عزوجل اسے کافر بتائے تو ہم اس کے کلمہ پڑھنے کو دیکھیں گے یا اپنے رب عزوجل کے ارشاد کو، ایمان زبان سے کلمہ خوانی کا نام نہیں، جب دلوں کا مالک اس کے کفر پر حاکم تو قطعًا ثابت کہ اس کے قلب میں اذعان واسلام نہیں، آخر نہ سُنا کہ جیتے جاگتے تندرستوں کے بڑی سے بڑی قسم کھا کر "**نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ**ۘ"[204] (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقینًا اللہ کے رسول ہیں۔ت) کہنے پر کیا ارشاد ہوا:

---

[203] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۷۱

[204] القرآن الکریم ۶۳/۱

"وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ "[205]۔	اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔(ت)

غرض لاکھ جتن کیجئے آیت براءت سے براءت ملے یہ شُدنی نہیں رہے گی ہمان آش درکاسہ (وہی قسمت وہی نصیب۔ت) کہ:

"تَبَیَّنَ لَہُمْ اَنَّہُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۳﴾ "[206]۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین اللّٰھم ارحم الرحمین صل وسلم وبارك علی السید الامین الاتی من عندك بالحق المبین اللھم بقدر تك علینا وفاقتنا الیك ارحم عجزنا یا ارحم الراحمین امین امین والحمدللہ رب العلمین لا الٰہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ محمد رسول اللہ ودیعۃ عند اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا محمد وٰالہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین۔	کُھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔(ت) اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔اے اللہ بہترین رحم کرنے والے۔درود سلام اور برکت نازل فرما اُس امانت والے سردار پر جو تیری بارگاہ سے حق مبین لے کر آنے والے ہے۔اے اللہ! اپنی قدرت کے ساتھ جو ہم پر ہے اور ہماری محتاجی تیری طرف ہے، ہمارے عجز پر رحم فرما اے بہترین رحم فرمانے والے، ہماری دُعا قبول فرما،اور تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو کل جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ کے بغیر کوئی سچا معبود نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالٰی کی ملاقات کا وعدہ اللہ تعالٰی کے پاس ودیعت ہے، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ کی توفیق سے۔اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل اور سب صحابہ پر،اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔(ت)

بحمداللہ ازاحت شبہات سے بھی بروجہ احسن فراغ پایا۔

وھناك شبھۃ اخر اوھن واھون لم نوردھا اذلم تعرض	یہاں ایک دوسرا شبہ ہے جو بہت کمزور اور بہت ہلکا ہے ہم اس کو اس لیے وارد نہیں کرتے۔

[205] القرآن الکریم ۶۳ /۱

[206] القرآن الکریم ۹ /۱۱۳

ولم تعرف فلا نطیل الکلام بایرادھا و لنطوھا علی غرھالمیعادھا"۔	کہ نہ تو اُس کا تعرض کیا گیا ہے اور نہ ہی وہ معروف ہے، چنانچہ ہم اس کو وارد کرکے کلام کو لمبا نہیں کرتے۔ لہٰذا چاہیے کہ ہم اس کے مقررہ وقت تک اس کو اس کے شکن پر لپیٹ دیں۔ (ت)

اب بقیہ سوال کا جواب لیجئے اور اس رسالہ میں جن ائمہ و علماء و کتب سے یہ مسئلہ ثابت کیا آخر میں اُن کے اسماء شمار کردیجئے کہ جسے رسالہ دیکھنے میں کاہلی آئے ان ناموں ہی کو دیکھ کر خلاف سے ہاتھ اٹھائے لہٰذا تین فصل کا وصل اور مناسب کہ تلک عشرۃ کاملۃ (یہ پورے دس ہوئے۔ت) جلوہ دکھائے۔

فصل ہشتم

جب ابوطالب کا کفرادلّہ کالنہّار سے آشکار تو رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنے کا کیونکر اختیار، اگر اخبار ہے تو اللہ تعالٰی عزوجل پر افترا، کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ، اور اگر دُعا ہے کماھو الظاھر (جیسا کہ ظاہر ہے۔ت) تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزاء، ایسی دُعا سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہی فرمائی۔

کما فی الصحیحین [207] وقد بیّنّاہ فی رسالتنا "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" التی ذیلنا بھا رسالۃ "احسن الوعاء لاٰداب الدعاء" لخاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد"۔	جیسا کہ صحیحین میں ہے، اور ہم نے اس کو اپنے رسالہ "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" میں بیان کردیا۔ اس رسالے کو ہم نے حاشیہ بنایا رسالہ "احسن الوعادء لآداب الدعاء" کا جو تصنیف ہے خاتمۃ المحققین ہمارے سردار والد گرامی قدس سرّہ کی۔ت)

علماء نے کافر کے لیے دُعائے مغفرت پر سخت اشد حکم صادر فرمایا اور اس کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے، پھر دعائے رضوان تو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ۔

فان السید قد یعفو عن عبدہ	اس لیے کہ مالک بعض دفعہ اپنے غلام کو معاف

[207] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ باب ماکان للنبی والذین اٰمنوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۶۷۵، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علٰی صحۃ الاسلام من حضرہ الموت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰

وھو عند غیر راض کما ان العبد ربما یحب سیدہ وھو علی امرہ غیر ماض وحسبنا اللہ ونعم الوکیل	کردیتا ہے حالانکہ وہ اُس پر راضی نہیں ہوتا، جیسا کہ غلام بسا اوقات اپنے مالک کو پسند کرتا ہے مگر اُس کے حکم پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (ت)

امام محمد محمد حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

"صرح الشیخ شھاب الدین القرافی المالکی بان الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذب اللہ تعالٰی فیما اخبر بہ ولھذا قال المصنف وغیرہ ان کان مؤمنین"[208]۔	یعنی امام شہاب قرآنی مالکی نے تصریح فرمائی کہ کفار کے لیے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے، کہ اللہ عزوجل نے جو خبر دی اس کا جھوٹا کرنا چاہتا ہے اس لیے منیہ وغیرہ کتب فقہ میں قید لگادی کہ ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔

پھر ایک ورق کے بعد فرمایا کہ "تقدم ان کفر"[209]۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ یہ کفر ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

الدعاء بہ کفر لعدم جوازہ عقلًا ولا شرعًا ولتکذیب النصوص القطعیۃ بخلاف الدعاء للمؤمنین کما علمت فالحق ما فی الحلیۃ[210]۔	اس کی دُعا کفر ہے کیونکہ یہ عقلًا وشرعًا ناجائز ہے اور اس میں نصوص قطعیہ کی تکذیب ہے بخلاف مومنوں کے لیے دعا کے۔ جیسا کہ تُو جان چکا ہے، اور حق وہ ہے جو حلیہ میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر[211]۔	حق یہ ہے کہ کافر کے لیے دعائے مغفرت حرام ہے۔

اسی طرح بحرالرائق میں ہے:

---

[208] حلیۃ المحلی

[209] حلیۃ المحلی

[210] ردالمحتار کتاب الصلوۃ فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

[211] الدرالمختار کتاب الصلوۃ فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ داراحیاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۸

اقول: ومانحا الیه العلامة الشامی من عدم جواز عفو الکفر عقلا فانما تبع فیه الامام النسفی صاحب عمدة الکلام وشرذمة قلیلة من اهل السنة والجمهور علی امتناعه شرعا وجوازه عقلا کما فی شرح المقاصد والمسامرة وغیرهما وبه تقضی الدلائل فهو الصحیح وعلیه التعویل فاذن الحق ماذهب الیه البحر وتبعه فی الدر وتمام الکلام فی هذا المقام فیما علقناه علی رد المحتار۔	**اقول:** (میں کہتاہوں) جس کا قصد علامہ شامی نے کیا یعنی کفر کی معافی کا عقلاً عدم جواز تو اس میں انہوں نے عمدۃ الکلام کے مصنف امام نسفی اور اہلسنت کے گروہ قلیل کی پیروی کی ہے، جب کہ جمہور کے نزدیک یہ شرعاً ممتنع اور عقلاً جائز ہے جیسا کہ شرح المقاصد اور مسامرہ وغیرہ میں ہے۔ اور دلائل اسی کے مؤید ہیں لہٰذا یہی صحیح اور اسی پر بھروسا ہے، تو اب حق وہ ہے جس کی طرف صاحب البحر گئے ہیں اور دُر میں اسی کی پیروی کی ہے، اور مکمل کلام اس مقام پر ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ (ت)

ہاں ابولہب و ابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط اور خون انصاف کرنا ہے، ابوطالب کی عمر خدمت و کفالت و نصرت و حمایتِ حضرت رسالت علیہ وعلٰی آلہ الصلوۃ والتحیۃ میں کٹی اور یہ ملاعنہ درپردہ وعلانیہ درپے ایذاء و اضرار رہے کہاں وہ جس کا وظیفہ مدح و ستائش ہو اور کہاں وہ شقی جس کا ورد ذم ونکوہش ہو ایک اگرچہ خود محروم اور اسلام سے مصروف مگر بتسخیر تقدیر نفع اسلام میں مصروف اور دوسرا مردود و متمرد وعدو ومعاند ہمہ تن کسر بیضہ اسلام میں مشغوف ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ت)

آخر نہ دیکھا جو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ ابوطالب پر تمام کفار سے کم عقاب ہے اور یہ اشقیاء اُن میں ہیں جن پر اشد العذاب ہے، ابوطالب کے صرف پاؤں آگ میں ہیں اور یہ ملاعنہ اُن میں کہ:

"لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ"[212]۔ "لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ"[213]۔	اُن کے اوپر آگ کی تہیں ہیں اور اُن کے نیچے آگ کی تہیں۔ ان کے نیچے آگ کا بچھونا اور اوپر آگ کے لحاف۔

سراپا آگ، ہر طرف سے آگ، والعیاذ باللہ رب العلمین (اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ ت)

[212] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۶

[213] القرآن الکریم ۷/ ۴۱

بلکہ دونوں کا ثبوتِ کفر بھی ایک سا نہیں، ابوطالب کے باب میں اگرچہ قول حق وصواب وہی کفر وعذاب، اور اس کا خلاف شاذ ومردود باطل ومطرود پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذاللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو اور ان اعداء اللہ کا کافر وابدی جہنمی ہونا تو ضروریاتِ دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی کافر، تو فریقین کا نہ کفر یکساں نہ ثبوت یکساں، نہ عمل یکساں نہ سزا یکساں، ہر جگہ فرقِ زمین وآسمان، پھر مماثلت کہاں۔

نسأل الله سلوك سوى الصراط ونعوذ بالله من التفريط والافراط۔	ہم اللہ تعالٰی سے سیدھے راستے پر چلنے کا سوال کرتے ہیں، اور افراط وتفریط سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔(ت)

فصل نہم

ان ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ذکر اسمائے طیبہ میں جنہوں نے کفر ابی طالب کی تصریح وتصحیح فرمائی اور اُن کے ارشادات کی نقل اس رسالہ میں گزری، **فمن الصحابة:**

(۱) امیر المومنین صدیقِ اکبر　**(۲)** امیر المومنین فاروق اعظم

(۳) امیر المومنین علی مرتضٰی　**(۴)** حبر الامتہ سیدنا عبداللہ بن عباس

(۴) حافظ الصحابہ سیدنا ابوہریرہ　**(۶)** صحابی ابن الصحابی سیدنا مسیّب بن حزن قریشی مخزومی

(۷) حضرت سیدنا عباس عم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم　**(۸)** سیدنا ابوسعید خدری

(۹) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری　**(۱۰)** حضرت سیدتنا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

(۱۱) سیدنا انس بن مالک خادم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(۱۲) حضرت سیدتنا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

پہلے چھ ۶ حضرات سے تو خود اُن کے اقوال گزرے اور انس وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تقریر اور باقی چار خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد بیان فرماتے ہیں، اور پر ظاہر کہ یہاں اپنے کہنے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد بتانا اور بھی ابلغ ہے۔

ومن التابعين:

(۱۳) آدم آل عبا زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم وکرم وجوھھم۔

(۱۴) امام عطاء بن ابی رباح استاذ سیّدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

(۱۵) امام محمد بن کعب قرظی کہ اجلّہ ائمہ محدثین ومفسرین تابعین سے ہیں۔

(۱۶) سعید بن محمد ابوالسفر تابعی ابن التابعی ابن الصحابی نبیرہ سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۷) امام الائمہ سراج الامہ سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ومن تبع تابعین:

(۱۸) عالم المدینہ امام دارالہجرۃ سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۹) محرر المذہب مرجع الدنیا فی الفقہ والعلم سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ

(۲۰) امام تفسیر مقاتل بلخی

(۲۱) سلطان اسلام خلیفۃ المسلمین جن کے آنے کی سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بشارت دی تھی کہ:

منّا السفاح ومنّا المنصور ومنّا المھدی رواہ الخطیب وابن عساکر وغیرھما بطریق سعید بن جبیر عنہ قال السیوطی قال الذھبی اسنادہ صالح۔	ہمیں میں سے ہوگا سفاح اور ہمیں میں منصور اور ہمیں میں مہدی۔ (اس کو خطیب وابن عساکر وغیرہ نے سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا اور اُسی کے طریق سے امام سیوطی نے کہا: ذہبی نے کہا اس کا اسناد صالح ہے۔ت)

بلکہ دو حدیثوں میں یہی الفاظ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آئے:

رواہ کذلك الخطیب من طریق الضحاك عن ابن عباس وابن عساکر فی ضمن حدیث عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنھم رفعاہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	اس کو اسی طرح خطیب نے بطریق ضحاک سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا جب کہ ابن عساکر نے ایک حدیث کے ضمن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ان دونوں نے اس کا رفع نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک کیا۔(ت)

اعنی امام ابوجعفر منصور نبیرزادہ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ومن اتباع التبع ومن یلیھم:

(۲۲) امام الدنیا فی الحفظ والحدیث ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔

(۲۳) امام اجل ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی

(۲۴) امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی۔

(۲۵) امام ابوعبداللہ بن یزید ابن ماجہ قزوینی۔

یہ چاروں ائمہ اصحاب صحاح مشہورہ ہیں اور یہی طبقہ اخیرہ عبداللہ بن المعتز کا ہے۔

ومن بعدهم من المفسرين:

(۲۶) امام محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود فرّاء بغوی

(۲۷) امام ابواسحٰق زجاج ابراہیم بن السری۔

(۲۸) جاراللہ محمود بن عمر خوارزمی زمخشری

(۲۹) ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری صاحبِ بسیط ووسیط ووجیز۔

(۳۰) امام اجل محمد بن عمر فخر الدین رازی۔

(۳۱) قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل خوبی دمشقی مکمل الکبیر۔

(۳۲) علامہ قطب الدین محمد بن مسعود بن محمود بن ابن ابی الفتح سیر افی شفار صاحبِ تقریب۔

(۳۳) امام ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بیضاوی۔

(۳۴) امام علامۃ الوجود مفتی ممالک رومیہ ابوالسعود بن محمد عمادی۔

(۳۵) علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی صوفی صاحبِ تفسیر لباب شہیر بہ خازن۔

(۳۶) امام جلال الدین محمد بن احمد محلّی۔

(۳۷) علامہ سلیمان جمل وغیرہم ممن یاتی

ومن المحدثين والشارحين:

(۳۸) امام اجل احمد بن حسین بیہقی

(۳۹) حافظ الشام ابوالقاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ دمشقی شہیر بابن عساکر۔

(۴۰) امام ابوالحسن علی بن خلف معروف بابن بطال مغربی شارح صحیح بخاری۔

(۴۱) امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن احمد سہیلی۔

(۴۲) امام حافظ الحدیث علامۃ الفقہ ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی۔

(۴۳) امام ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی شارح صحیح مسلم۔

(۴۴) امام ابوالسعادات مبارک بن محمد ابی الکرم معروف بابن اثیر جزری صاحبِ نہایہ وجامع الاصول۔

(۴۵) امام جلیل محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری۔

(۴۶) امام شرف الدین حسن بن محمد طیّبی شارح مشکوۃ۔

(۴۷)امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی شارح صحیح بخاری۔

(۴۸)علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب القاموس۔

(۴۹)امام حافظ الشان ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی۔

(۵۰)امام جلیل بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی۔

(۵۱)امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس قرافی صاحبِ تنقیح الاصول۔

(۵۲)امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی۔

(۵۳)امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری۔

(۵۴)علامہ عبدالرحمٰن بن علی شیبانی تلمیذ امام شمس الدین سخاوی۔

(۵۵)علامہ قاضی حسین بن محمد بن حسین دیار بکری مکی۔

(۵۶)مولانا الفاضل علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی۔

(۵۷)علامہ زین العابدین عبدالروف محمد شمس الدین مناوی۔

(۵۸)امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی۔

(۵۹) شیخ تقی الدین احمد بن علی مقریزی اخباری۔

(۶۰) سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی صاحبِ روضۃ الاحباب

(۶۱)امام عارف باللہ سیدی علاء الملۃ والدین علی بن حسام الدین متقی مکی۔

(۶۲)علامہ شہاب الدین احمد خفاجی شارح شفاء

(۶۳)علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم عزیزی۔

(۶۴)علامہ محمد حفنی محشیٔ افضل القریٰ

(۶۵)علامہ طاہر فتنی صاحبِ مجمع بحار الانوار

(۶۶) شیخ محقق مولانا عبدالحق بن سیف الدین بخاری

(۶۷)علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری

(۶۸) فاضل محمد بن علی صبان مصری صاحبف اسعاف الراغبین وغیرہم ممن مضی ویجیئ۔

ومن الفقہاء والاصولیین:

(۶۹)امام اجل شیخ الاسلام والمسلمین علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ

(۷۰)امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حافظ الدین نسفی صاحبِ کنز۔

(۷۱)امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام۔

(۷۲)امام جلال الدین کرلالی صاحبِ کفایہ۔

(۷۳)امام محقق محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی۔

(۷۴)امام ابراہیم بن موسٰی طرابلسی مصری صاحبِ مواہب الرحمٰن۔

(۷۵)علامہ ابراہیم بن محمد حلبی شارح منیہ

(۷۶)علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی۔

(۷۷)علامہ محقق زین بن نجیم مصری صاحبِ بحر۔

(۷۸)ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد لکھنوی۔

(۷۹)علامہ سید احمد مصری طحطاوی۔

(۸۰)علامہ سید محمد افندی ابن عابدین شامی وغیرھم ممن تقدم رحمہ اللہ تعالٰی علمائنا جمیعا من تاخر منھم ومن قدم اٰمین (اس کے علاوہ دیگر علماء جن کا پہلے ذکر ہوچکا ہے، اللہ تعالٰی ہمارے تمام علماء متاخرین و تقدمین پر رحم فرمائے۔ امین۔ ت)

فصل دہم:

اُن کتابوں کے نام جن کی نقول در بارہ ابوطالب اس رسالہ میں مذکور ہوئیں:

کتبِ تفسیر:

(۱)معالم التنزیل امام بغوی

(۲)مدارك التنزیل امام نسفی

(۳)انوار التنزیل امام بیضاوی

(۴)ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم للمفتی العلامۃ العماوی

(۴)کشاف حقائق التنزیل للزمخشری

(۶)مفاتیح الغیب للامام الرازی

(۷)تکملۃ المفاتیح للشمس الخوبی

(۸)جلالین

(۹)فتوحاتِ الھیہ للشیخ سلمین

(۱۰)عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی للعلامۃ الشھاب

(۱۱)معانی القرآن للزجاج

(۱۲)فتوح الغیب للطیبی

(۱۳)تقریب مختصر الکشاف للیسرافی

(۱۴)بسیط للواحدی

(۱۵)لباب التاویل فی معانی التنزیل للعلامۃ الخازن

(۱۶)الاحکام لبیان مافی القرآن من الابھام للعسقلانی۔

کتب حدیث:

(۱۷)صحیح بخاری (۱۸)صحیح مسلم (۱۹)سُنن ابی داؤد

(۲۰)جامع ترمذی (۲۱)مجتبٰی نسائی (۲۲)سُنن ابن ماجہ

(۲۳)مؤطا امام مالک (۲۴)مؤطا امام محمد (۲۵)مسند امام شافعی

(۲۶)مسند امام احمد (۲۷)شرح معانی الآثار (۲۸)مشکوۃ المصابیح

(۲۹)تیسیر الوصول الی جامع الاصول (۳۰)جامع صغیر (۳۱)منہج العمال للامام المتقی

(۳۲)کنز العمال لہ (۳۳)منتخب کنز العمال لہ (۳۴)مصنف عبدالرزاق

(۳۵)مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ (۳۶)مسند ابوداؤد طیالسی (۳۷)مسند اسحٰق بن راہویہ

(۳۸)طبقات ابن سعد (۳۹)کتاب موسٰی بن طارق ابوقرہ (۴۰)زیادات مغازی ابن اسحٰق لیونس بن بکیر

(۴۱)صحیح ابن خزیمہ (۴۲)منتقی ابن زود (۴۳)مسند بزار

(۴۴)مسند ابی یعلٰی (۴۵)معجم کبیر طبرانی (۴۶)معجم اوسط لہ

(۴۷)فوائد تمام رازی (۴۸)کامل ابن عدی (۴۹)کتاب الجنائز للمروزی

(۵۰)کتاب مکہ لعمر بن شبہ (۵۱)کتاب ابی بشر (۵۲)فوائد سمویہ

(۵۳)مستخرج اسمعیل (۵۴)مستدرک حاکم (۵۵)حلیۃ الاولیاء لابی نعیم

(۵۶)سنن بیہقی (۵۷)دلائل النبوۃ (۵۸)سُنن سعید بن منصور

(۵۹)مسند فریابی (۶۰)مسند عبد بن حمید (۶۱)تفسیر ابن جریر

(۶۲)تفسیر ابن المنذر (۶۳)تفسیر ابن ابی حاتم (۶۴)تفسیر ابوالشیخ

(۶۵)تفسیر ابن مردویہ (۶۶)مغازی ابن اسحٰق علی ماقررنا وحررنا۔

شروح حدیث:

(۶۷)منہاج شرح مسلم اللنووی (۶۸)عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی

(۶۹)ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اللقسطلانی (۷۰)مرقاۃ شرح مشکوۃ للقاری

(۷۱)تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی (۷۲)سراج المنیر شرح جامع صغیر للعزیزی

(۷۳)فتح الباری شرح صحیح بکاری للعسقلانی (۷۴)کواکب الدراری شرح صحیح بخاری للکرمانی

(۷۵) مفہم شرح صحیح مسلم للقرطبی

کتبِ فقہ

(۷۶) ہدایہ

(۷۷) کافی شرح الوافی کلاہما للامام النفسی

(۷۸) فتح القدیر للمحقق

(۷۹) کفایہ شرح ہدایہ

(۸۰) حلیہ شرح منیہ للامام الحلبی

(۸۱) غنیہ شرح منیہ للمحقق الحلبی

(۸۲) بحر الرائق شرح کنز الدقائق

(۸۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح للشرنبلالی

(۸۴) ردالمحتار علی الدر المختار

(۸۵) بنایہ شرح ہدایہ للعینی

(۸۶) برہان شرح مواہب الرحمان کلاھما للطرابلسی

کتب سیر

(۸۷) مواہب للدینہ و منح محمدیہ

(۸۸) شرح مواہب للزرقانی

(۸۹) صراط المستقیم للمجد

(۹۰) شرح صراط المستقیم للشیخ

(۹۱) مدارج النبوۃ لہ

(۹۲) خمیس للدیار بکری

(۹۳) اسعاف الراغبین للصبان

(۹۴) روضۃ الاحباب

(۹۵) تاریخ ابن عساکر

(۹۶) روض سہیلی

(۹۷) امتاع الاسماع للمقریزی

کتب عقائد واصول وعلوم شتی

(۹۸) فقہ اکبر للامام اعظم

(۹۹) شرح المقاصد للعلامۃ المأتن

(۱۰۰) اصابہ تمیز الصحابۃ للامام ابن حجر

(۱۰۱) مسلك الحنفاء فی والدی المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم للامام سیوطی

(۱۰۲) افضل القراء ام القری للامام ابن حجر

(۱۰۳) شرح شفاء لعلی القاری

(۱۰۴) نسیم الریاض للخفاجی

(۱۰۵) حفنی شرح الہمزیہ

(۱۰۶) مجمع البحار للفتنی

(۱۰۷) فواتح الرحموت لبحر العلوم

(۱۰۸) التقریر والتحریر فی الاصول للعلامۃ ابن امیر الحاج

(۱۰۹) نہایہ فی غریب الحدیث لابن اثیر

(۱۱۰)شرح تنقیح الفصول فی الاصول کلاھماللقرانی　(۱۱۱)ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی للحافظ المحب الطبری

تذییل

وہ کتابیں جن سے اس رسالہ میں مدد لی گئی:

(۱۱۲)شرح عقائد نسفی	(۱۱۳)شرح عقائد عضدی	(۱۱۴)سیرت ابن ہشام
(۱۱۵)اتقان فی علوم القرآن	(۱۱۶)میزان الاعتدال	(۱۱۷)تقریب التہذیب
(۱۱۸)تقریب امام نووی	(۱۱۹)تدریب امام سیوطی	(۱۲۰)مسلم الثبوت
(۱۲۱)درمختار	(۱۲۲)تاریخ الخلفاء	(۱۲۳)تحفہ اثناء عشریہ
(۱۲۴)صحیح ابن حبان	(۱۲۵)القاب شیرازی	(۱۲۶)استیعاب ابو عمر
(۱۲۷)معرفۃ الصحابہ لابی نعیم	(۱۲۸)مسند الفردوس دیلمی	

(۱۲۹)خادم الامام بدر الدین الزرکشی (۱۳۰)شعب الایمان للامام البیہقی

ختم اللہ تعالٰی لنا بالایمان والآمان آمین آمین الحمدللہ علی الاختتام و نسألہ حسن الختام۔	اللہ تعالٰی ایمان اور امان کے ساتھ ہمارا ختمہ کرے، آمین۔ حسن اختتامِ رسالہ پر تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں، اور ہم اللہ تعالٰی سے حسنِ کاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

پہلے یہ سوال بدایوں سے آیا تھا جواب میں ایک موجز رسالہ چند ورق کا لکھا اور اس کا نام **معتبر الطالب فی شیون ابی طالب** ۱۲۹۴ھ رکھا، اب کہ دوبارہ احمد آباد سے سوال آیا اور بعض علمائے بمبئی نے بھی اس بارہ میں توجہ خاص کا تقاضا فرمایا حسب حالت راہنہ وفرصت حاضرہ شرح وبسط کافی کو کام میں لایا اور اسے اس اجمال اول کی شرح بنایا نیز شرح مطالب وتسکین طالب میں بحمداللہ تعالٰی حافل وکامل پایا، لہٰذا **شرح المطالب فی مبحث ابی طالب** ۱۳۱۶ھ اس کا نام رکھا اور یہی اس کی تاریخِ آغاز وانجام۔

والحمدللہ ولی الانعام وافضل	سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو انعام کا

الصلوۃ واکمل السلام علی سیّدنا محمد ھادی الانام و علٰی اٰلہ وصحبہ الغر الکرام وعلینا بھم ولھم الٰی یوم القیٰمۃ اٰمین یاذا الجلال والاکرام۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	مالک ہے، اور افضل درود و اکمل سلام ہو ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر جو کُل جہان کے ہادی ہیں، اور آپ کے روشن پیشانیوں والے اہل کرم آل واصحاب پر اور انکے صدقے میں ہم پر اور اُن کے لیے یوم قیامت تک ہماری دعا قبول فرمااے بزرگی اور اکرام والے۔ اللہ سبحنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے، اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنّی حنفی قادری
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب

ختم ہوا